نفاذِ شریعت

اور

فقہِ جعفریہ

امان اللہ لک ایڈووکیٹ ۔ گجرات

نفاذِ شریعت ﷺ

اور

فقہِ جعفریہ

تالیف

چوہدری امان اللہ لک ایم اے ایل ایل بی
ایڈووکیٹ۔ گجرات

تالیف ———— امان اللہ لک
بار ———— چہارم
قیمت ———— 50 روپے

پیشِ لفظ

طبع سوم کے بعد احباب کے بے شمار خطوط موصول ہوئے۔ جن میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس کتابچہ کو اچھی کتابت کے ساتھ مع فوٹوسٹیٹ مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین حقیقتِ حال سے روشناس ہو کر گمراہی سے بچ سکیں اور جھوٹے پراپیگنڈا۔ دلفریب نعروں اور اسلام کے پردہ میں بدترین کفر کا پرچار کرنے والوں کے مذموم عزائم کا شکار ہو کر اپنی عاقبت برباد نہ کر بیٹھیں۔

حسبِ ارشاد طبع چہارم حاضرِ خدمت ہے۔ حوالہ جات کی فوٹو کاپیاں ہر حوالہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک مزید اضافہ "فقہ جعفریہ کی تاریخی سرگذشت" کی صورت میں کیا گیا ہے۔ گو سرگذشت پہلے بھی علیحدہ طبع ہو چکی ہے۔ لیکن اس طباعت کے ساتھ شامل ہو جانے سے اس کتاب کی جامعیت اور افادیت میں ایک ایسا اضافہ ہوا ہے جو قارئین کرام کے متعدد خطوط کے پیشِ نظر کیا ہے۔ جو یقیناً پسند کیا جائیگا۔

اپنے مطالبہ کو بطریق احسن پورا ہوتا دیکھ کر مرتب کے حق میں دعا فرماویں گے طبع سوم مشمولہ خطوط کو طبع چہارم سے حذف کر دیا ہے۔ چونکہ خطوط اتنے زیادہ ہو چکے ہیں کہ ان کا کتاب میں شامل کرنا ممکن نہ رہا کہ اللہ کریم اس کوشش کو قبول فرما کر اس مقصد کو پورا فرمائیں جو اس کی طباعت و اشاعت کا محرک ہوا۔ آمین۔

امان اللہ ملک - ایڈوکیٹ
ا۔ جناح روڈ۔ گجرات
۱۸ فروری ۱۹۹۰ء

پیش لفظ (طبع سوم)

نفاذِ شریعت کے نام سے اِس کتاب کا موضوع اور مقصد واضح ہے۔ مَیں نے یہ کتابچہ خالصتہً قانونی نقطۂ نگاہ سے نفاذِ شریعت کے سلسلے میں لکھا تھا۔ میری یہ ناچیز کوشش محض ایک قانون دان کی حیثیت سے تھی۔ مَیں نہ تو روایتی مُلا ہوں، نہ مفتی، نہ فقیہہ ہوں اور نہ مناظر اور نہ ہی ماہرِ فقہ حنفیہ مَیں نے اپنے ذاتی مطالعہ اور مشاہدے کے پیشِ نظر شیعہ کتُب سے اُن اُمور کو یکجا کیا تھا جو کسی حد تک پبلک لاء کے ضمن میں آتے ہیں۔

اور مُدعا اس بات پر روشنی ڈالنی تھی کہ اگر اس وقت ملک میں فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا بیک وقت نفاذ کر دیا گیا تو اس ملک میں قانون کا نقشہ اور اس کا حشر کیا ہو گا۔ اور اگر فقہ جعفریہ نافذالعمل ہو جاتے تو اسلام کا ایج اور قرآن و سُنّت کا مفہوم کیا ہو گا۔ کیونکہ فقہ جعفریہ اسی اختلاف کی بنیاد پر ہی استوار ہے۔

شیعہ عقائد کے مطابق موجودہ قرآن وُہ نہیں ہے جو محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوا تھا اور وُہ جو نازل ہُوا تھا اس کا وجود دُنیا پر کہیں نہیں پایا جاتا اسی طرح سُنّت اُن احادیثِ نبوی پر مبنی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے روایت کی ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے عقیدہ کے مطابق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرماتے ہی تین کے علاوہ سب صحابہؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ بقول شیعہ احادیث کا ذخیرہ مرتدین کی روایات کا مجموعہ ہے لہٰذا دین کی بنیاد اور قانون کا ماخذ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ میرا مقصد اسی پس منظر میں غور و فکر کے لیے مستند مواد پیش کرنا تھا تاکہ ان شیعہ عقائد اور ان کے مضمرات کا تعین ہو جاتے۔ چونکہ قرآن و سُنّت کے الفاظ فقہ جعفریہ

کے نفاذ سے بے معنی ہو کر رہ جائیں گے اس لیے ارباب عقل و دانش کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ملک کا سوادِ اعظم جو قرآن و سُنّت کا شیدائی ہے۔ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے اس کا کیا حشر ہو گا

میرے اس کتابچہ پر میرے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے کا بے بنیاد مقدمہ گجرات کے تھانہ صدر میں سرکاری طور پر درج کرا دیا گیا اور مجھے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر کے آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ یہ مقدمہ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۰ء بجرم ۱۵۳/اے ت پ درج ہوا جس کا چالان مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۱ء کو عدالت میں پیش ہوا اور مجھ پر فردِ جرم عائد کر دی گئی مقدمہ کی کارروائی کے دوران میں نے عدالت کے سامنے مندرجہ ذیل تین سوال رکھے۔ جواب نہ انتظامیہ کے پاس تھا نہ "فقہ جعفریہ نافذ کرو" کا نعرہ لگانے والوں کے پاس۔

۱۔ اس کتابچے میں جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں کیا وہ فقہ جعفریہ کی مستند اور بنیادی کتابیں نہیں ہیں؟

۲۔ ان کتابوں سے جو اقتباسات پیش کیے گئے ہیں کیا ان کی عبارت غلط ہے یا ترجمہ ٹھیک نہیں یا کہ وہ سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیے گئے ہیں؟

۳۔ اگر اس کتابچے میں درج کتابیں فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں نہیں ہیں تو وہ کون سی کتابیں ہیں جن پر انحصار کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کے علیحدہ نفاذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟

ان سوالات کا جواب دینے کے لیے فقہ جعفریہ کے اکابرین اور مبلغین کو ۲۹-۸-۷۹ سے لے کر ۸۱-۱-۵ تک موقع دیا کہ پیش ہو کر ان حقائق کی تردید کریں لیکن کسی شیعہ فقیہہ کو جرأت نہ ہوئی کہ ان کی تردید کرے نہ ہی وہ عدالت میں کوئی تائیدی شہادت پیش کر سکے چنانچہ ۸۱-۱-۲۰ کو سرکار نے یہ مقدمہ بوجہ عدم ثبوت واپس لے لیا جو اس حقیقت کی تصدیق تھی کہ اس کتابچے میں لکھا ہوا ایک ایک حرف صحیح اور مستند ہے اس مقدمہ کی کارروائی کے بعد بھی کسی شیعہ مجتہد یا فقیہہ نے اس کی تردید میں نہ کچھ کہا نہ لکھا۔

چونکہ تائیدِ غیبی سے اس کتابچے نے ہر فقاری کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس لیے میں نے

دُوسرے ایڈیشن میں قارئین کے دل میں پیدا ہونے والے ممکنہ شکوک کو دُور کرنے کے لیے متعلقہ شیعہ کتب کے حوالہ جات کی فوٹو سٹیٹ نقول بھی شامل کر دی تھیں تیسرے ایڈیشن میں یہ نقول مَیں نے اس لیے شامل نہیں کیں کہ اب اس کتابچے میں درج ہر حوالے کی صداقت تسلیم کی جا چکی ہے ان کی جگہ مَیں نے اس ایڈیشن میں قارئین کے چند خطوط کو شامل کر دیا ہے جو کہ ان کے تاثرات کے آئینہ دار ہیں۔

اِس کتابچہ کا مطالعہ کرنیوالوں نے مجھے ہزاروں خطوط لکھے میرے لیے ان خطوط کا جواب دینا ناممکن تھا۔ اس لیے مَیں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے جہاں میری مغفرت کے لیے دُعائیں کیں وہاں میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ مَیں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ کام مجھ جیسے گنہگار سے لیا۔

مَیں نے نفاذ شریعت کے پہلے اور دُوسرے ایڈیشن میں اجتماعی مسائل کا ذکر اس لیے کیا تھا کہ ملک میں سوادِ اعظم کے مطالبہ پر نفاذ شریعت ہو رہا تھا جس میں پبلک لاء کے نفاذ کے ضمن میں فقہ جعفریہ کی حقیقت بیان کرنا وقت کا تقاضا تھا۔ اس ایڈیشن میں فقہ جعفریہ کے دُوحصّے بھی پیش کرتا ہوں جن کا تعلق پرائیویٹ لاء سے ہے میری یہ کوشش ایک قانون دان کی قانون سازی کے ادارہ (پنجاب اسمبلی) میں قانون سازی کے ذاتی تجربہ کی بناء پر ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی عرض کی ہے مَیں نہ فقیہہ ہوں نہ ہی جنونی مُلاّ۔ اس لیے میری تحریر کو خالصۃً قانونی نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور پرکھا جائے۔ آخر میں میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب قارئین کو حقیقتِ حال سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے محرومانِ ازلی کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے دین مصطفےٰ کی خدمت کا موقعہ اور ہمت عطا فرمائے اور میری اس ادنیٰ سی کوشش کو میری بخشش کا سبب بنائے۔ آمین

آپکی دلی دُعاؤں کا طالب
امان اللہ ملک ایڈووکیٹ

عرضِ مدّعا

برِّصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا خواب دیکھا۔ پاکستان اس کی ایک خوبصورت تعبیر بن کر وجود میں آیا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ہم نے بحیثیت مجموعی اس کے مقاصد بھلا دیئے اور رُبع صدی سے زائد عرصہ تک ہم اس عظیم عہد سے برابر روگردانی ہی کرتے رہے جو ہم نے اس سلسلہ میں اپنے اللہ سے باندھا تھا۔

۱۹۷۷ء میں نظامِ مصطفےٰ کے نام سے جو تحریک اٹھی اس کا محرک اور مقصد اس جذبہ کا اجتماعی اظہار تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے بغیر کوئی دوسرا نظام نہیں چل سکتا چنانچہ مسلمانانِ پاکستان کی بے پناہ قربانیوں کے بعد ۱۲ ربیع الاوّل کو ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا تاریخ ساز اعلان کیا گیا اور اسلامی حدود نافذ کی گئیں جس سے اہلِ وطن ہی نہیں بلکہ مسلمانانِ عالم کے دلوں میں ایک ولولۂ تازہ اُبھرنے لگا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو رہا ہے لیکن جو عناصر پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کے روپ میں دیکھنا ہرگز نہیں چاہتے انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اسلامی نظام کا تجربہ اس ملک میں کامیاب ہو گیا تو اسلامی انقلاب پوری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ چنانچہ اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کے مختلف معروف فرقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کی مہم شروع کر دی۔ پاکستانی عوام کے متفقہ مطالبہ کے پیشِ نظر نظامِ مصطفےٰ کا اعلان تو ہو گیا مگر یہ آوازیں اٹھائی جانے لگیں کہ فقہ جعفریہ کا الگ نفاذ کیا جائے چنانچہ اس اہم موڑ پر قوم کو صحیح رُخ پر قدم اٹھانے کے لیے صدرِ مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مختلف فقہی مکاتبِ فکر کے نمائندگان پر مشتمل ایک

کیمٹی مقرر فرمائی جو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے جناب صدر کی مدد کرے گی میں اس ملک کا باشعور اور مسلمان شہری ہونے کی حیثیت سے اس ضمن میں قومی فریضہ کی ادائیگی کی غرض سے اپنے خیالات کا اظہار اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت اہم بلکہ پاکستان کی بقا کا مسئلہ ہے لہٰذا موجودہ صورتِ حالات پر ہر ذی فہم شہری کو غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

اصلاح ہو یا انقلاب دونوں کا مقصد کسی بگڑی ہوئی حالت کا بدلنا ہوتا ہے لیکن دونوں کے محرکات اور طریقہ کار میں بنیادی فرق ہوتا ہے۔ اصلاح کی غرض تو بگڑے ہوئے اجزاء کی جگہ صالح اجزاء کا مہیا کرنا ہوتا ہے لہٰذا اس کی ابتدا غور و فکر ہوتی ہے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ بچار کر کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے انسان اس بگاڑ کے اسباب پر غور کرتا ہے خرابی کی مدود کی اس کے ازالہ کی تدابیر اختیار کرتا ہے مگر انقلاب کی غرض جیسا کہ اس لفظ کے معنی سے ظاہر ہے صورت حالات کو الٹ دینا ہوتا ہے۔ یہ صورت عموماً وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں بگاڑ جزوی نہیں بلکہ ہمہ پہلو ہوتا ہے اور اپنی معراج کو پہنچ جاتا ہے ایسے حالات میں لوگ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور ٹھنڈے دل سے سوچ بچار کرنے کی جگہ غصب انتقام کے جذبات اُبھرتے ہیں اور انسان بالکل درندوں کے روپ میں ظاہر ہونے لگتے ہیں بیجا ضد اور ہٹ دھرمی کا دور دورہ ہوتا ہے حق کی تلاش کی جگہ باطل کو حق ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جاتی ہے بلکہ حق و باطل کا امتیاز ہی سرے سے اُٹھ جاتا ہے۔

آج اس ملک میں اس نظام کے نفاذ اور اس کے طریقہ کار پر بحث ہو رہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کی نبوی زندگی میں عملاً نافذ کر کے دکھا دیا تھا اور انسانی زندگی کا انفرادی ہو یا اجتماعی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا گیا اور اہل پاکستان کے علاوہ تمام دُنیا اس نظام کے نفاذ کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہے لیکن اس کے نفاذ پر جو نزاعی صورت آج پیدا ہو چکی ہے اگر اسے حقائق کی روشنی میں نہ دیکھا گیا تو یہ نزاع انتہا کی خوفناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔

اِس خرابی کی اصل جڑ تو یہ نظر آتی ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما فروعات میں اِس درجہ منہمک ہو گئے ہیں کہ اصول کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ چکا ہے بلکہ فروعات نے ہی اصول کی جگہ لے لی ہے اور ان سے ہزار در ہزار فروعات کی فصل اُگتی چلی جا رہی ہے۔

(SENSE OF PROPORTION) تو کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی شریعت اسلامی کی عمارت دراصل اس ترتیب سے قائم ہوئی تھی کہ سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سُنّتِ رسول اللہ پھر ان دونوں کی روشنی میں اہلِ تقویٰ اور اہلِ اخلاص ارباب علم و بصیرت کا اجتہاد ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترتیب کو اُلٹ دیا گیا ہے اور اب اہمیت کے اعتبار سے ترتیب یوں قرار پائی ہے کہ سب سے پہلے ایک خاص طبقہ یا اپنی پسند کے علمائے کے اجتہاد کو بنیاد بنا لیا گیا۔ پھر سُنّتِ رسول اللہ کی طرف بتکلف کبھی کبھی نگاہ اُٹھالی پھر خانہ پُری کے طور پر یا تبرک کے طور پر کتابُ اللہ کا نام بھی لے لیا گیا میرے ناقص خیال میں ہماری بدنصیبی کی اصل وجہ یہی ہے

ائمہ فقہ، متکلمین، مفسرین محدثین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے علم و فضل ان کی جلالت شان اور ان کی مخلصانہ کوششوں کا انکار کون کر سکتا ہے مگر بشری کمزوریوں سے مستثنیٰ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے اُن کے پاس اکتسابِ علم کے وہی ذریعے تھے جو سب انسانوں کو حاصل ہونے ممکن ہیں اُن کے پاس وحی نہیں آتی تھی وہاں وُہ اپنی عقل و بصیرت سے کتابُ اللہ اور سُنّت رسول اللہ پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔

اِس طرح ان کی کاوش سے جو اصول ان کے نزدیک متحقین ہو جاتے تھے ان کی مدد سے وُہ حضرات فروعی قوانین اور مسائل کا استنباط کیا کرتے تھے ان کے یہ اجتہادات ہمارے لیے مددگار اور رہنما تو ضرور بن سکتے ہیں اور بننے چاہئیں مگر بجائے خود اصل ماخذ اور منبع نہیں قرار دیئے جا سکتے انسانی اجتہاد خواہ اس کی بنیاد کچھ بھی ہو دینا کے لیے دائمی قانون اور اٹل قاعدہ نہیں بن سکتا کیوں کہ انسانی عقل، علم اور سوچ زمانہ کی قیود سے آزاد نہیں ہو سکتے زما... ...ان کی قید سے آزاد صر... وہی کتاب اور اس کے قوانین ہیں جو اس ہستی

نے نازل فرمائی جو خود خالق زمان و مکان ہے اس کتاب کا فیضان دو صورتوں میں بندوں تک پہنچا ایک الفاظ و آیات قرآنی کی صورت میں دوسرا ان الفاظ و آیات کی نبوی تفسیر اور عملی تعبیر کی صورت میں جسے اصطلاح میں سنت کہتے ہیں یہی کتاب و سنت درحقیقت شریعت کے قانون کا وہ بنیادی ماخذ اور سرچشمہ ہے جس سے ہمیشہ اور ہر زمانے کے لوگ اپنے مخصوص حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق قوانین اخذ کر سکتے ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اس نہج سے تشریعی امور طے ہوتے رہے اسلامی نظام کو ہر زمانہ اور ہر مملکت کے دل کی آواز قرار دیا جاتا رہا۔ جب کتاب و سنت پر کما حقہ، غور و فکر کرنے کا جذبہ ماند پڑ گیا اور ان دونوں بنیادی ماخذوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پسند کے فقہی مکتب فکر کو ہی بنیاد بنا لیا گیا تو اسلام ایک حرکی قوت (DYNAMIC FORCE) کی بجائے محض چند رسوم کا مجموعہ سمجھا جانے لگا۔ جو لوگ اقوامِ عالم کی علمی اور عملی رہنمائی کرنا سعادت سمجھتے تھے اب اغیار کی دریوزہ گری پر اتراتے نظر آتے ہیں اور لے دے کے ایک شغل رہ گیا ہے کہ جزدی اور فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اسلام سے جان چھڑانے اور نت نئے مذاہب ایجاد کر لئے اور فرقہ بندی کو ہوا دینے میں کوئی کمی نہ رہنے دی جاتے اس کا نتیجہ لازماً وہی نکلنا تھا جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجًا کی جگہ یَخْرُجُوْنَ مِنْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجًا کا سماں نظر آنے لگا۔ اور اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کی جگہ رحماء علی الکفار و اشداء بینهم کے مناظر سامنے آنے لگے اور کتاب اللہ نے تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰی کے الفاظ سے منافقین کی سیرت کا جو نقشہ پیش کیا اب وہ حالت مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

یوں تو فقہ کا تعلق جہاں انسان کی انفرادی زندگی سے ہے وہاں اجتماعی زندگی میں بھی رہنمائی کرنا فقہ ہی کا منصب ہے۔ مگر ۱۲ ربیع الاول سے نفاذ حدود کا جو اعلان ہوا ہے اس کے پیش نظر ہیں اس مقالہ میں صرف چند اجتماعی مسائل پر فقہ جعفریہ کی روشنی

میں اظہارِ خیال کروں گا۔ میں نے ان مسائل کے مطالعہ اور ان کو سمجھنے کے سلسلے میں جو حقائق حاصل کیے ہیں انہیں خواص اور عوام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں نے اپنے استاد مکرم حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب موضع چکڑالہ ضلع میانوالی سے تصدیق کرنا ضروری سمجھا جو میرے عقیدہ اور علم کے مطابق اس سلسلہ میں ایک مسلمہ اتھارٹی ہیں۔ استاد مکرم نے میرے ذاتی خیالات سے قطع نظر کرتے ہوئے کتابوں کے حوالہ جات اور اقتباسات کی تصدیق فرمائی تو مجھے یہ فریضہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں اس یقین سے یہ گذارشات پیش کر رہا ہوں کہ ہم ہوشمندی سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں اور مختلف فقہوں کا واضح فرق نمایاں طور پر سامنے آجائے کسی کے عقائد کو مجروح کرنا یا منافرت پھیلانا ہرگز مقصود نہیں بلکہ غور و فکر کی دعوت کے ساتھ غور و فکر کے لیے مستند حقائق پیش کر دینا ملک و قوم کی خدمت سمجھتا ہوں۔

نفاذِ شریعت کے پچھلے ایڈیشن کے منظرِ عام پر آنے کے بعد بعض حلقوں نے حقائق کو تسلیم کرنے کے بجائے حوالہ جات کے متعلق شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی اس لیے اس ایڈیشن میں جملہ متعلقہ کتب ہائے فقہ جعفریہ سے حوالہ جات کی فوٹوسٹیٹ کاپیاں شامل کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اس لیے رسالہ کے اخیر پر میں نے صفحہ کے حاشیہ متعلقہ حصہ کو خط کشیدہ کر کے نفاذ شریعت کا صفحہ نمبر دے دیا ہے اگر اہلِ علم اصل کتابوں کا ملاحظہ فرمانا چاہیں تو میں یہ فریضہ بھی ادا کر سکتا ہوں۔

اس دوران ایک آواز یہ بھی آئی کہ تفسیر منہج الصادقین کا مصنف ایک عام مولوی ہے اس کی تحریر حجت نہیں اس بہانہ کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے تفسیر کے ساتھ شروع میں لکھے ہوئے دیباچے میں سے دو صفحات کی نقول سب سے آخر میں لگا دی ہیں ان میں "ترجمۂ مولف" کے عنوان کے تحت شیعہ علماء کے حلقے میں مصنف کا مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

اجتماعی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ہر نظریہ اور مکتبِ فکر کا پس منظر جاننا ضروری ہوتا ہے اور اس لیے میں اس مقالہ کی ابتدا فقہ جعفریہ کی تاریخ سے کرتا ہوں۔

امان اللہ لک
ایڈووکیٹ

تاریخ فقہ جعفریہ

اس فقہ کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ امام جعفر کے نام سے منسوب ہے جس سے یہی تاثر ملتا ہے کہ امام جعفر کے عہد میں یا آپ کی زیرِ نگرانی اس فقہ کی تدوین ہوئی مستند کتب شیعہ میں امام باقر تک فقہی اعتبار سے شیعہ کا دور جاہلیت ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً اصول کافی نمبر ۲

ثم کان محمد بن علی اباجعفر وکانت الشیعة قبل ان یکون ابوجعفر وهم لا یعرفون مناسك حجهم وحلا لهم و حرامهم حتى كان ابوجعفر ففتح لهم وبين لهم مناسك حجهم وحلا لهم وحرامهم حتى صار الناس يحتاجون اليهم من بعد ما كانوا يحتاجون الى الناس

پھر امام باقر آئے ان سے پہلے تو شیعہ حج کے مناسک اور حلال و حرام سے بھی واقف نہیں تھے۔ امام باقر نے شیعہ کے لیے حج کے احکام بیان کیے اور حلال و حرام میں تمیز کا دروازہ کھولا یہاں تک کہ دوسرے لوگ ان مسائل میں شیعہ کے محتاج ہونے لگے جب کہ اس سے پہلے شیعہ ان مسائل میں دوسروں کے محتاج تھے۔

اِس اعتراف سے ظاہر ہے کہ امام باقر سے پہلے شیعہ حلال و حرام سے واقف ہی نہیں تھے۔

فَضْلٌ يُعْرَفُ لِمَنْ أَخَذَ بِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: مَنْ مَاتَ وَلَا يَعْرِفُ إِمَامَهُ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً وَكَانَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَكَانَ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ الْآخَرُونَ: كَانَ مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ كَانَ الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ كَانَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ الْآخَرُونَ: يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَلَا سَوَاءَ وَلَا سَوَاءَ قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ ثُمَّ قَالَ: أَزِيدُكَ؟ فَقَالَ لَهُ حَكَمٌ الْأَعْوَرُ: نَعَمْ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ: ثُمَّ كَانَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ ثُمَّ كَانَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ أَبَا جَعْفَرٍ، وَكَانَتِ الشِّيعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُونَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالِهِمْ وَحَرَامِهِمْ حَتَّى كَانَ أَبُو جَعْفَرٍ فَفَتَحَ لَهُمْ وَبَيَّنَ لَهُمْ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالِهِمْ وَحَرَامِهِمْ حَتَّى صَارَ النَّاسُ يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا كَانُوا يَحْتَاجُونَ إِلَى النَّاسِ وَهَكَذَا يَكُونُ الْأَمْرُ وَالْأَرْضُ لَا تَكُونُ إِلَّا بِإِمَامٍ وَمَنْ مَاتَ لَا يَعْرِفُ إِمَامَهُ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً وَأَحْوَجُ مَا تَكُونُ إِلَى مَا أَنْتَ عَلَيْهِ إِذَا بَلَغَتْ نَفْسُكَ هَذِهِ - وَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ - وَانْقَطَعَتْ عَنْكَ الدُّنْيَا تَقُولُ: لَقَدْ كُنْتُ عَلَى أَمْرٍ حَسَنٍ.

أَبُو عَلِيٍّ الْأَشْعَرِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ، عَنْ صَفْوَانَ، عَنْ عِيسَى بْنِ السَّرِيِّ أَبِي الْيَسَعِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَهُ.

۷ - عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ مُثَنَّى الْحَنَّاطِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ [دَعَائِمَ]: الْوَلَايَةِ

که مستحق آن بدان شناخته شود؟ فرمود: آری، خداعزوجل فرماید (۵۹ ـ النساء) أیا کسانی کـه گرویدید اطاعت کنیدخدارا واطاعت کنیدرسول را وصاحب‌الامر خودرا ـ ورسولخدا(ص) فرموده‌است هر که بمیرد ونشناسد امام خودرا بمردن جاهلیت مرده‌است، رسولخدا بود و علی (ع) امام بود و دیگران دربرابر او معاویه راامام دانستند، سپس حسن (ع) بود وسپس حسین و دیگران گفتند یزید بن معاویه وحسین بن‌علی (ع) برابرند، ودر اینها برابری نبود (علی کجا ومعاویه کجا حسین بن‌علی کجا ویزید کجا؟) سپس خموشی گرفت و باز فرمود توضیح بیشتری ندهم؟ حکم‌اعور گفت: چرا، قربانت، فرمود: سپس علی‌بن الحسین(ع) بود وپس ازاو محمدبن علی اباجعفر، شیعه پیش ازابی‌جعفر مناسك حج وحلال وحرام خودرا هم‌نمیدانستند وعلم آنهابجائی رسید که مردم‌بدانها نیازمند شدند پس‌از اینکه آنها نیاز بمردم داشتند وهم چنین است امروز، زمین بی‌امام نباشد وهر که بمیرد وامام‌خود رانشناسد بمردن جاهلیت مرده وتو ازهمه وقت بمعرفت امام محتاج‌تری همانوقت که جانت بگلویت رسد (با دست اشاره بگلویش نمود) ودنیا ازدستت برود وبگوئی،که: هر آینه من درمذهب‌خوبی بودم (که اقرار بامام برحق ومتابعت اواست).

۷ـ از امام باقر (ع) که اسلام بر پنج پایه استوار است، ولایت و نماز و زکوة و روزه ...

امام باقر کا سنِ وفات ۱۱۳ھ ہے یعنی پہلی صدی اور دوسری صدی میں فقہ جعفریہ کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس لیے کسی اسلامی سلطنت میں اس کے نافذ کیے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس زمانے میں خلافتِ راشدہ اور خلافتِ بنوامیہ کا اکثر حصہ شامل ہے پس یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پہلی صدی میں فقہ جعفریہ کا نہ وجود تھا نہ کہیں اس پر عمل ہوتا تھا۔

اسلام کی دعوت کے ساتھ نبیِ کریمؐ نے حلال و حرام کی نشاندہی فرما دی تھی جب دین مکمل ہوگیا تو حلال و حرام، عبادت، معاملات، عقائد تمام چیزیں مکمل ہوگئیں۔ حضورؐ نے نہ صرف سب کچھ بتا دیا بلکہ ان اصولوں پر ایک معاشرہ تیار کیا خلافتِ راشدہ کے دور میں حلال و حرام کے ان مسائل پر عمل ہوتا رہا جو نبیِ کریمؐ نے بتائے تھے مگر صاحب اصول کافی کہتے ہیں کہ شیعہ کو حلال و حرام کا علم نہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ کو حلال و حرام کے ان مسائل اور حج کے ان مناسک سے تعلق کوئی نہیں تھا جو اسلام نے اور داعیٔ اسلام نے سکھائے تھے۔

امام باقر کے متعلق کتبِ شیعہ سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ آپ نے شیعہ کو حلال و حرام کا احساس دلایا اور ان کو حدود سے روشناس کرایا لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا کہ آپ کی زیرِ نگرانی کسی فقہ کی تدوین ہوئی۔

اس کے بعد امام جعفر کا دور آتا ہے آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی چونکہ یہ فقہ ان کی طرف منسوب ہے اس لیے اس امر کی تلاش کی جائے کہ آپ نے فقہ کی کوئی کتاب اپنی زیرِ نگرانی میں تیار کرائی تاریخ سے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا پھر اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے جو روایات اخبار اور احادیث بیان فرمائیں انہیں فقہی ابواب کے تحت جمع کر لیا گیا بنیادی طور پر وہ حدیث کی کتابیں شمار ہوں گی مگر چونکہ ان کی تدوین فقہی عنوان کے تحت ہوئی اس لیے ان کتب کو فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں تصور کر

لینا چاہیے اس نوع کی کتابیں چار ہیں جن کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔

(۱) الکافی۔ ابوجعفر کلینی ۳۳۰ھ یعنی امام جعفر سے قریبًا ایک سو اسی برس بعد کی تصنیف ہے۔

(۲) من لایحضرہ الفقیہ۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی ۳۸۰ھ یعنی امام جعفر سے قریبًا دو سو تیس برس بعد۔

(۳) تہذیب الاحکام اور (۴) استبصار محمد بن حسن طوسی ۴۶۰ھ یعنی امام جعفر سے قریبًا ۳۱۰ برس بعد۔

فقہ جعفریہ کی ان چاروں کتابوں کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب اصول کافی اس وقت لکھی گئی جب خلفائے عباسیہ کے اکیسویں خلیفہ المتقی باللہ کا دورِ خلافت تھا۔ اور آخری کتاب کے مصنف کا سن وفات بتاتا ہے کہ اس وقت خلفائے عباسیہ کے چھبیسویں خلیفہ القائم بامر اللہ کا دورِ خلافت تھا گویا پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں تو فقہ جعفریہ کامل طور پر وجود میں آئی اس لیے پانچویں صدی بلکہ سقوطِ بغداد تک اس فقہ کا کسی اسلامی حکومت میں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مصر میں عباسی خلافت مستنصر باللہ ۶۵۹ھ سے متوکل علی اللہ ثالث ۹۲۳ھ تک وہاں بھی اس فقہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

پھر ترکانِ عثمانی کی خلافت عثمان خان اول ۱۲۸۸ھ سے ۱۹۲۴ء تک رہی جب مصطفےٰ کمال نے خلافت کا خاتمہ کر دیا اس عرصے میں بھی اس اسلامی سلطنت میں بھی فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔

مختصر یہ ہے کہ کسی اسلامی حکومت نے کسی دور میں فقہ جعفریہ کو اپنے دستور یا قانون میں جگہ نہیں دی۔

فقہ جعفریہ کے متعلق تاریخی سرِ رشتے تو ضمنًا آ گیا۔ بات یہ چل رہی تھی کہ امام جعفر

کے بعد ایک سو اسی برس سے لے کر تین سو دس برس بعد تک کتابیں مدون ہوئیں جو امام جعفر سے منسوب کر کے فقہ جعفریہ کی اصولی اور بنیادی کتابیں شمار ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ اس عرصے میں امام جعفر کی روایات مختلف راویوں کے ذریعے ان محدثین کے پاس پہنچی ہوں گی اس لیے ان مسائل اور اس فقہ کے صحیح یا مشکوک ہونے کا انحصار ان رواۃ کی ثقاہت اور عدم ثقاہت ہے اس بنا پر ضروری ہے جعفریہ فن رجال اور ان کے بیان کی روشنی میں اس حقیقت کا جائزہ لیا جائے۔

مشہور شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی مایہ ناز کتاب حق الیقین ص۳۱۷ پر اس حقیقت کا اظہار یوں کیا ہے۔

"اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اہل حجاز و عراق، خراسان و فارس وغیرہ سے فضلاء کی ایک جماعتِ کثیر حضرت باقر اور حضرت صادق نیز تمام آئمہ اصحاب سے تھی مفصل زرارہ محمد بن مسلم، ابو بریدہ، ابو بصیر، ہشام بن حمران، جیکر مومن طاق، امان بن تغلب اور معاویہ بن عمار کے اور ان کے علاوہ اور کثیر جماعت بھی تھی جن کا شمار نہیں کر سکتے اور کتب رجال اور علمائے شیعہ کی فہرستوں میں سطور و مذکور ہیں یہ سب شیعوں کے رئیس تھے ان لوگوں نے فقہ، حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا ہے۔ ان لوگوں کا اختصاص آئمہ طاہرین کے ساتھ معلوم و متحقق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے شاگردوں کا اختصاص"۔

یہ اقتباس ایک طویل بیان کا حصہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

۱۔ اصحاب آئمہ کی کثیر جماعت جس کا شمار نہیں ان کے متعلق تو کہا نہیں جا سکتا مگر جن کا شمار کیا جا سکتا ہے ان کے نام دیے گئے ہیں اور وہ شیعوں کے رئیس ہیں

۲۔ ائمہ سے ان اصحاب نے فقہ وحدیث کے مسائل جمع کیے ہیں۔
۳۔ اگر یہ حضرات ثقہ ثابت ہو جائیں تو فقہ جعفریہ آئمہ سے ماخوذ ثابت ہوسکتی ہے اس فقہ کا ماخذ کتاب اللہ سے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ شیعہ عقیدہ کی رُو سے یہ قرآن محرف ہے اور تحریف بھی پانچ قسم کی ہُوتی ہے لہٰذا اس کا کیا اعتبار۔
اَب ہم ان روسائے شیعہ کے حالات شیعہ کتب رجال سے پیش کرتے ہیں۔
۱۔ زرارہ یہ صاحب تو صحاب آئمہ کے بھی رئیس ہیں یہاں تک کہ ان کی علمی فضیلت امام جعفر کے ہم پایہ ہے رجال کشی میں ہے۔
قال اصحاب زرارہ من ادرك زرارہ بن اعین فقد ادرك اباعبداللّٰہ (ص۹۵)
ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی تعریف اور کیا ہوسکتی ہے مگر سوال تو امانت دیانت اور کردار کا ہے سو اس کے متعلق رائے ملاحظہ ہو۔
۱۔ حق الیقین اُردو ص۲۲
"یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابو بصیر"
یعنی ضرارہ اور ابو بصیر بالاجماع گمراہ ہیں۔
اب سوال یہ ہے کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرے گا جس راہ پر خود چلا ہے دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلائے گا۔

۲۔ قال (ای امام) نعم زرارہ شر من الیھود والنصاری و من قال ان مع اللہ ثالث ثلاثہ (رجال کشی ص۱۰۱)
"امام جعفر نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصاریٰ اور تثلیث کے قائلین سے بھی بُرا ہے"
امام جعفر کا زرارہ کو قائلین تثلیث سے بھی بُرا قرار دینا خالی از علت نہیں۔

﴿ زرارة بن اعين ﴾

(٩٥) زراره يقول انه اقول بقول الله تعالى لم يدخلوها وهم يطمعون
يدخلوا الجنة ولو كانوا كافرين لدخلوا النار قال فاذا
عليه السلام ارجهم حيث ارجاهم الله اما انك لو بقيت
هذا الكلام وتحللت عنك عقد الايمان قال اصحابنا زراره
زرارة بن اعين فقدادرك ابا عبدالله عليه السلام فانه
ابو عبدالله عليه السلام بشهرين او اقل وتوفى ابوعبدالله عليه
زراره مريض مات في مرضه ذلك ﴿ حدثني ابوعبدالله
الوراق ﴾ قال حدثني علي بن محمد بن يزيد القمي
محمد بن عيسى عن ابن ابي عمير عن هشام بن سالم
ابي بصير قال دخلت على ابي عبدالله ع فقال كيف تركت
تركته لايصلي العصر حتى تغيب الشمس فقال فانت
فقل له فليصل في مواقيت اصحابه فاني قد حرقت قال فابلغته خ صرفت
والله اعلم انك لم تكذب عليه ولكن امرني بشيء فاكره
﴿ حدثني محمد بن قولويه ﴾ قال حدثني سعد بن عبدالله
ابوجعفر احمد بن محمد بن عيسى وعلي بن اسمعيل بن عيسى
عمرو بن سعيد بن الزيات عن يحيى بن محمد بن ابي حبيب
الرضا عليه السلام عن افضل مايتقرب به العبد الى الله من صلوته
واربعون ركعة فرايضه ونوافله فقلت هذه رواية زراره
ما كان اصدع بحق من زراره ﴿ حدثني حمدويه ﴾
محمد بن عيسى عن القسم بن عروة عن ابن بكير قال دخل
ابي عبدالله عليه السلام قال انكم قلتم لنا في الظهر والعصر
وذراعين ثم قلتم ابردوا بها في الصيف فكيف الابراد بها
ليكتب ما يقول فلم يجبه ابوعبدالله عليه السلام بشيء
فقال انما علينا ان نسئلكم وانتم اعلم بما عليكم وخرج

﴿ في اخوة زرارة ﴾

(١٠١) [illegible] ديني ولا دين ابائي ﴿ محمد بن احمد ﴾ عن عبد [illegible] بن الحكم عن بعض رجاله عن ابى عبدالله عليه السلم [illegible] متى عهدك بزرارة قال قلت مارايته منذايام قال [illegible] فلا تعده وان مات فلا تشهد جنازته قال قلت زرارة [illegible] زرارة شر من اليهود والنصارى ومن قال ان مع الله [illegible] ﴿ قال حدثنى يوسف بن السخت ﴾ عن محمد بن [illegible] بن ايوب عن ميسر قال كنا عند ابى عبدالله عليه [illegible] في جانب الدار على عنقها قمقم قد نكسته قال فقال [illegible] السلام فاذبني ان الله قد نكس قلب زرارة كما نكست [illegible] القمقم ﴿ محمد بن نصير ﴾ قال حدثنا محمد بن [illegible] بن عيسى عن حريز عن محمد الحلبي قال قلت لابى [illegible] كيف قلت لى ليس من ديني ولا دين ابائي قال انما [illegible] زرارة واشباهه ﴿ في اخوة زرارة ﴾ حمران و [illegible] عبدالرحمن بني اعين ﴿ حدثنى محمد بن مسعود ﴾ [illegible] محمد بن نصير قال حدثنى محمد بن عيسى بن عبيد وحدثنى [illegible] قال حدثنا محمد بن عيسى بن عبيد عن الحسن [illegible] قال حدثنى المشايخ ان حمران وزرارة وعبدالملك [illegible] من بنى اعين كانوا مستقيمين ومات منهم اربعة فى زمان [illegible] عليه السلام وكانوا من اصحاب ابى جعفر عليه السلام وبقى [illegible] ابى الحسن فلقى ما لقى ﴿ حدثنى حمدويه بن نصير ﴾ [illegible] بن يزيد عن الحسن بن على بن فضال عن ثعلبة بن [illegible] بعض رجاله قال قال ربيعة الراى لابى عبدالله عليه السلم [illegible] الاخوة الذين ياتونك من العراق ولم ار فى اصحابك خيرا منهم [illegible] اولئك اصحاب ابى يعنى ولد اعين ﴿ محمد بن مسلم الطائفى

(في اخوة زرارة)

(محمد بن مسلم الطائفى الثقفى)

اور نہ نری شاعری ہے اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح قائلین تثلیث نے دین حق سے منہ موڑ کر تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی طرح زرارہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گھڑے گا کہ ایک دُنیا گمراہ ہو جائے گی اور واقعی امام کا خدشہ دُرست ثابت ہو۔

۳۔ امام جعفر نے فرمایا لعن اللہ زرارہ، لعن اللہ زرارہ، لعن اللہ زرارہ۔

(رجال کشی صنا)

یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ لعنت کرے زرارہ پر۔

ظاہر ہے کہ جس فقہ کا رئیس اعظم ایسا ہو جس کو امام نے بتاکید ملعون قرار دیا ہو اس فقہ کی ثقاہت، افادیت اور فضیلت کا انکار کون کر سکتا ہے۔

امام تو آخر امام تھے اور امام بقول شیعہ معصوم ہوتا ہے اس لیے معصوم کے قول میں شک کی گنجائش کہاں لہٰذا زرارہ کے ملعون ہونے کا انکار وہی کرے جو امام کا منکر ہو مگر دوسری طرف زرارہ کا ردِ عمل بھی نا قابل التفات نہیں زرارہ کہتا ہے۔

فلما خرجت ضرطت فی لحیتہ فقلت لا یفلح ابدا (رجال کشی ص۱۰۱)

"یعنی جب میں باہر نکلا تو میں نے امام کی ڈاڑھی میں پاد مارا اور میں نے کہا کہ امام کبھی نجات نہ پائے گا۔"

مقابلہ بڑا عبرتناک ہے اور ایک طرف سے لعنت برسائی جا رہی ہے دُوسری جانب سے عدم نجات کی بشارت سنائی جا رہی ہے دیکھنا یہ ہے کہ جس امام کی ڈاڑھی میں پاد مارنے والا اور جس امام کو نجات نہ پانے کی اطلاع دینے والا اسی امام سے منسوب کر کے دین و فقہ سکھائے تو ایسے دین و فقہ کی حیثیت ارباب دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۲۔ **ابو بصیر** حق الیقین میں زرارہ کے ساتھ گمراہی میں واحد حصہ دار ابو بصیر کو بتایا گیا ہے لہٰذا اسی کے متعلق پہلے بیان ہوتا ہے۔

﴿ زرارة بن اعين ﴾

(١٠٠) احد فى الاسلام ما احدث زراره من البدع عليه
ابى عبدالله ﴿ حدثنى حمدويه بن نصير ﴾ قال حدثنى
عيسى عن عمار بن المبارك قال حدثنى الحسن بن كليب
ابيه كليب السيداوى انهم كانوا جلوسا ومعهم عذافر
اصحابهم معهم ابوعبدالله عليه السلام قال فابتدأ ابوعبدالله
ذكر لزراره فقال لعن الله زراره لعن الله زراره
مرات ﴿ محمد بن مسعود ﴾ قال حدثنى محمد بن عيسى
قال خرجت الى فارس وخرج معنا محمد الحلبى الى مكة
الى حين فسالت الحلبى فقلت له اطرفنا بشىء قال نعم
قلت لابى عبدالله عليه السلام ما تقول فى الاستطاعة فقال
ولادين ابائى فقلت الان تلج عن صدرى والله لا
ولا اشيع لهم جنازة ولا اعطيهم شيأ من زكاة مالى
ابوعبدالله عليه السلام جالسا وقال لى كيف قلت
فقال ابوعبدالله عليه السلام كان ابى عليه السلام يقول
حرم الله وجوههم على النار فقلت جعلت فداك وكيف
من دينى ولادين ابائى قال انما اعنى بذلك قول زرارة واشباهه
محمد بن مسعود ﴾ قال حدثنى جبرئيل بن احمد قال
بن جعفر بن وهب عن على القصير عن بعض رجالة قال
بن اعين وابى الجارود على ابى عبدالله عليه السلام قال
فانهما عجلا المحيا وعجلا الممات ﴿ حدثنى محمد بن مسعود ﴾
حدثنى جبرئيل بن احمد عن موسى بن جعفر عن على بن
حدثنى رجل عن عمار الساباطى قال نزلت منزلا فى طريق
فاذا انا برجل قائم يصلى صلاة ما رايت احدا صلى مثلها
ما رايت احدا دعا بمثله فلما اصبحت نظرت اليه فلم اعرفه

خ
حريز

انه قال ... المغرب دون المزدلفه فقال له ابوعبدالله ع
تامره ما قال ابي هذا قط كذب الحكم على ابي قال فخرج
هو يقول ما ارى الحكم كذب على ابيه ﴿ محمد بن يزداد ﴾
محمد بن علي الحداد عن مسعدة بن صدقه قال قال ابوعبدالله
قوما يعارون الايمان عارية ثم يسلبونه فقال لهم يوم القيامة
ان زرارة بن اعين منهم ﴿ حمدان بن احمد ﴾ قال حد
بن حكيم عن ابي داود المسترق قال كنت قايد ابي بصير
اصحابنا فقلت له هو ذا زرارة في الجنازة فقال اذهب بي الى
به اليه فقال له السلام عليك يا بالحسن فرد عليه زرارة السلام
له لوعلمت ان هذا من رأيك لبدانك به قال فقال له ابو ب
امرت ﴿ يوسف ﴾ قال حدثني علي بن احمد بن بقاح عن
زرارة قال سالت اباعبدالله عليه السلام عن التشهد فقال
لااله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله
التحيات والصلوات قال التحيات والصلوات فلما خرجت قلت
لأسالته غدا فسئلته من الغد عن التشهد فقال كمثل ذلك قلت
والصلوات قال التحيات والصلوات قلت القاه بعد يوم لأسالنه
فسألته عن التشهد فقال كمثله قلت التحيات والصلوات قال
والصلوات فلما خرجت ضرطت في لحيته وقلت لايفلح ابدا ﴿
بن الحسين بن قتيبه ﴾ قال حدثني محمد بن احمد عن محمد بن
عن ابراهيم بن عبدالحميد عن الوليد بن صبيح قال مررت في
بالمدينه فاذا انسان قد جذبني فالتفت فاذا انا بزرارة فقال لي
لي على صاحبك قال فخرجت من المسجد فدخلت على ابي عبدالله
السلام فاخبرته الخبر فضرب بيده على لحيته ثم قال ابوعبدالله
لا تاذن له لا تاذن له لا تاذن له فان زرارة يريد ني على القدر

السر

فقہ جعفریہ کے مسائل میں یہ شخص بھی رؤسا میں شمار ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کے متعلق اس کا عقیدہ معلوم کرلینا کافی ہے۔ (رجال کشی ص۱۱۶)

قال جلس ابوبصیر علی باب ابی عبد اللہ علیہ السلام لیطلب الاذن ولم یوذن لہ فقال لوکان معنا طبق لاذن قال فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر۔

راوی کہتا ہے! ابوبصیر امام جعفر کے دروازے پر بیٹھا تھا اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا مگر امام اجازت نہیں دے رہے تھے ابوبصیر کہنے لگا اگر میرے پاس کوئی تھال ہوتا تو اجازت مل جاتی پھر کتا آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ (۱) ابوبصیر کی نگاہ میں امام جعفر بڑے طماع، دنیا پرست تھے۔ رشوت لے کر ملاقات کی اجازت دیتے تھے۔

(۲) ابوبصیر خود صحاب آئمہ میں اس فضیلت کا مالک تھا کہ دروازے پر پڑا رہے تو اس کو ملاقات کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی اہمیت کا کیا کہنا۔

(۳) ابوبصیر چونکہ اندھا تھا کتے کو دیکھ نہ سکا مگر اتنا تو سوچتا کہ آنکھیں تو خدا نے بند کی تھیں منہ تو خود بند رکھتا آخر منہ کھول کے لیٹنے میں کون سی حکمت ہے پھر کتا آخر جانور ہے مگر اتنی سمجھ تو اسے بھی تھی کہ پیشاب کرنے کے لیے موزوں جگہ کون سی ہے۔

(۴) یہ اتفاق سمجھئے یا قدرت کی طرف سے انتباہ کہ اس منہ سے گلفشانی کی توقع نہ رکھنا بلکہ جیسا کچھ اس منہ میں داخل ہو رہا ہے ایسی ہی پاکیزہ باتیں اس سے نکلیں گی۔

ظاہر ہے کہ ایسے مقدس منہ سے نکلے ہوئے مسائل کیسے پاکیزہ اور مقدس ہوں گے اور جس امام کے متعلق اس صحابی کی یہ رائے ہے اس سے منسوب کر کے جو مسائل بیان کیے گئے ہوں گے یا گھڑے گئے ہوں گے ان کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کس احمق کو شبہ ہو سکتا ہے

﴿ ابى بصير عبدالله بن محمد الاسدى ﴾

(١١٦)

للمراة قال قلت بيدى هكذا وغطا وجهه قال فقال لى لا
﴿ محمد بن مسعود ﴾ قال سالت على بن الحسن بن
بصير فقال كان اسمه يحى بن ابى القسم فقال ابو بصير كان
وكان مولى لبنى اسد وكان مكفوفا فسالته هل يتهم
الغلو فلا لم يتهم ولكن كان مخلطاً ﴿ محمد بن مسعود ﴾
حدثنى جبرئيل بن احمد قال محمد بن عيسى عن يونس عن
قال جلس ابو بصير على باب ابى عبدالله عليه السلام ليطلب
يؤذن له فقال لو كان معنا طبق لاذن قال فجا كلب فشغر في
بصير قال اف اف ماهذا قال جليسه هذا كلب شغر فى وجهك
بن مسعود ﴾ قال حدثنى على بن محمد القمى عن محمد بن
احمد بن الحسن عن على بن الحكم عن مثنى الحناط عن ابى
دخلت على ابى جعفر عليه السلام فقلت تقدرون ان تحيي الموتى
الاكمه والابرص فقال لى باذن الله ثم قال ادن منى ومسح على
عينى فابصرت السما والارض والبيوت فقال لى اتحب ان تكون
ولك ماللناس وعليك ما عليهم يوم القيمة ام تعود كما كنت ولك
الخالص قلت اعود كما كنت فمسح على عينى فعدت ﴿ فى

(ابى بصير عبدالله بن محمد الاسدى)

عبدالله بن محمد الاسدى ﴾ طاهر بن عيسى قال حدثنى
احمد الشجاعى عن محمد بن الحسين عن احمد بن الحسن الميثمى
عبدالله بن وضاح عن ابى بصير قال سالت اباعبدالله عليه السلام
مسئلة فى القران فغضب وقال انا رجل يحضرنى قريش وغيرهم
تسالنى عن القران فلم ازل اطلب اليه واتضرع حتى رضى وكان
رجل من اهل المدينه مقبل عليه فقعدت عند باب البيت على
اذ دخل بشير الدهان فسلم وجلس عندى وقال لى سله من الائمة
فقلت لو رايتنى مما قد خرجت من هيبة لم تقل لى سله فقطع ابو بصير

۳۔ محمد بن مسلم اس کا دعویٰ ہے کہ امام باقر سے ۳۰ ہزار حدیثیں سنیں اور امام باقر سے ۱۶ ہزار حدیث کی تعلیم پائی۔ (رجال کشی ص۱۰۹)

عن مفضل بن عمر قال سمعت اباعبد الله یقول لعن الله محمد بن مسلم کان یقول ان الله لا یعلم شیئا حتی یکون۔ رجال کشی ص۱۱۳

مفصل کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا فرماتے تھے کہ محمد بن مسلم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہ کہتا تھا کہ جب تک کوئی چیز وجود میں نہ آجائے اللہ کو اس کے متعلق علم نہیں ہوتا۔

اوّل تو جس آدمی کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہو اس کے تفقہ فی الدین کا طول و عرض آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے پھر جس کو امام جعفر کی طرف سے اللہ کی لعنت کا تحفہ یا سند ملے اس کی ثقاہت کا حال معلوم بیان تک یوں لگتا ہے کہ جیسے فقہ جعفریہ کی تیاری میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ان اصحاب آئمہ کی روایات قبول کی جائیں جن کو آئمہ نے ملعون قرار دیا ہے فرق اتنا ہے کسی کو اکہری لعنت کسی کو لعنت × لعنت × لعنت یعنی (لعنت ۳) مگر اپنا اپنا ظرف ہے جو جتنے کے قابل ہو اسے اتنا ہی ملتا ہے۔

علامہ مجلسی نے جن تین اصحاب آئمہ کو سر فہرست رکھا ہے ان کے حالات سے اندازہ کر لیا جا سکتا ہے کہ جب اکابر کا یہ حال ہے تو اصاغر کس پائے کے ہوں گے۔

اب ذرا ان اصحاب میں سے بھی ایک معروف شخصیت کا تعارف کرا دیا جائے جن کا علامہ مجلسی نے ذکر نہیں کیا مگر ہیں وہ بھی چوٹی کے اصحاب۔

۱۔ جابر بن یزید محمد بن مسلم کا دعویٰ تو آپ نے پڑھ لیا کہ امام باقر سے تیس ہزار احادیث لی تھیں یہ صاحب ان کے بھی استاد نکلے ان کا دعویٰ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی ص۱۲۸

عن جابر بن یزید الجعفی قال حدثنی ابو جعفر بسبعین الف حدیث

﴿ابی بصیر لیث بن البختری المرادی﴾

(۱۱۳) [illegible]ئیل بن احمد عن محمد بن عیسی عن علی بن الحکم عن
[illegible] عن عامر بن عبدالله بن جذاعه قال قلت لابی عبدالله
[illegible] امرأتی تقول بقول زرارة ومحمد بن مسلم فی الاستطاعة
[illegible] والرای والقول لهما انهما لیس بشیء فی ولا یتی
[illegible] امرأتی فحدثتها فرجعت عن هذا القول ﴿ حدثنی
[illegible] قال حدثنی جبرئیل بن احمد عن محمد بن عیسی
[illegible] یونس عن ابی الصباح قال سمعت اباعبدالله علیه السلم
[illegible] هلك المتریسون فی ادیانهم منهم زرارة وبرید ومحمد
[illegible] اسمعیل الجعفی و ذکر آخر لم احفظ ﴿ حدثنی محمد بن
[illegible] قال حدثنی جبرئیل بن احمد عن محمد بن عیسی عن یونس
[illegible] بن سلیمن وعدة عن مفضل بن عمر قال سمعت اباعبدالله
[illegible] یقول لعن الله محمد بن مسلم کان یقول ان الله لا یعلم الشیٔ

﴿فی ابی بصیر لیث بن البختری المرادی﴾ روی عن | (فی ابی بصیر لیث بن البختری المرادی)
[illegible] قال خرجت الی السواد اطلب دراهم للحج ونحن جماعة
[illegible] وبصیر المرادی قال قلت له یا ابا بصیر اتق الله وحج بمالك
[illegible] کثیر فقال اسکت فلو ان الدنیا وقعت لصاحبك لاشتمل
[illegible] ﴿حدثنی حمدویه بن نصیر﴾ قال حدثنا یعقوب بن | خ بکسائه
[illegible] محمد بن ابی عمیر عن جمیل بن دراج قال سمعت اباعبدالله
[illegible] السلام یقول بشر المخبتین بالجنه برید بن معویة العجلی وابا | خ ابو
[illegible] بن البختری المرادی ومحمد بن مسلم وزرارة اربعة نجباء
[illegible] علی حلاله وحرامه لو لاهؤلاء انقطعت آثار النبوه واندرست
﴿حدثنی محمد بن قولویه﴾ قال حدثنی سعد بن عبدالله القمی عن
[illegible] عبدالله المسمعی عن علی بن اسباط عن محمد بن سنان عن داود
[illegible] قال سمعت اباعبدالله علیه السلم یقول انی لاحدث الرجل

﴿ جابر بن يزيد الجعفي ﴾

(۱۳۸) فقال لي يا ذريح دع ذكر جابر فان السفله اذا سمعوا
شنعوا او قال اذا عوا ﴿ جبرئيل بن احمد الفاريابي ﴾
محمد بن عيسى العبيدي عن علي بن حسان الهاشمي قال حدثني
بن كثير عن جابر بن يزيد قال قال ابو جعفر عليه السلام
حديثنا صعب مستصعب امرد ذكوان وعر اجرد لا يحتمله
مرسل او ملك مقرب او مؤمن ممتحن فاذا ورد عليك يا جابر
امرنا فلان له قلبك فاحمد الله وان انكرته فرده الينا اهل البيت ولا
تقل كيف جاء هذا او كيف كان وكيف هو فان هذا والله الشرك بالله
العظيم ﴿ علي بن محمد ﴾ قال حدثني محمد بن احمد بن
يزيد عن عمرو بن عثمن عن ابي جميله عن جابر قال رويت
حديثا ما سمعه احد مني ﴿ جبرئيل بن احمد ﴾ حدثني محمد بن
عيسى عن اسمعيل بن مهران عن ابي جميلة المفضل بن صالح عن جابر
بن يزيد الجعفي قال حدثني ابو جعفر عليه السلام بسبعين الف حديث
لم احدثها احدا قط ولا احدث بها احدا ابدا قال جابر فقلت لابي جعفر
عليه السلام جعلت فداك انك قد حملتني وقرا عظيما بما حدثتني به من
سركم الذي لا احدث به احدا فربما جاش في صدري حتى ياخذني منه
شبه الجنون قال يا جابر فاذا كان ذلك فاخرج الى الجبان فاحفر حفيرة
ودل راسك فيها ثم قل حدثني محمد بن علي بكذا وكذا ﴿ نصر بن
الصباح ﴾ قال حدثنا ابو يعقوب اسحق بن محمد البصري
بن عبد الله قال خرج جابر ذات يوم وعلى راسه قوصرة راكبا
قصبة على سكك الكوفه فجعل الناس يقولون جن جابر جن جابر فلبثنا بعد
ذلك اياما فاذا كتاب هشام قد جاء بحمله اليه قال فسال عنه الامير فشهدوا
عنده انه قد اختلط وكتب بذلك الى هشام فلم يعرض له ثم رجع الى
ما كان من حاله الاولى ﴿ نصر بن الصباح ﴾ قال حدثني

جابر کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے ستر ہزار حدیث تعلیم پائی ہے۔
اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا علمی مرتبہ محمد بن مسلم سے دوچند سے بھی زیادہ ہے اب اسی فضیلت مآب کی دیانت و امانت کا حال سنیے۔

رجال کشی صـ ۱۲۶

عن زرارہ قال سئلت اباعبد اللہ عن حدیث جابر فقال ما رأیتہ عند ابی قط الامرۃ واحدۃ وما دخل علی قط

زرارہ کہتا ہے میں نے امام جعفر سے جابر کی احادیث کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ میرے والد سے صرف ایک مرتبہ ملا اور میرے پاس تو کبھی آیا ہی نہیں
یہ بات رئیس اعظم زرارہ بیان کر رہا ہے نہ جانے اسے اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ممکن ہے اس کا ستر ہزار احادیث کا دعویٰ سن لیا ہوگا۔ تو اسے تعجب، حسرت یا رشک پیدا ہوا ہوگا۔ مگر جواب جو ملا اس سے زرارہ کی تشفی تو شاید ہو گئی ہو مگر امام کے بیان نے تو عجائبات کا ایک باب کھول دیا۔ مثلاً

۱۔ ایک ملاقات میں امام نے ستر ہزار حدیثیں تعلیم فرما دیں یعنی اگر ایک منٹ فی حدیث شمار کیا جائے تو ۱۱۶۶ گھنٹے بنتے ہیں یعنی ۴۸ دن سے کچھ زیادہ وقت بنتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا اتنی لمبی نشست کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اگر جابر صرف حدیثیں سنتا رہا تو اس کے حافظہ کا کمال ہے کہ ایک دفعہ سن کر ستر ہزار حدیث یاد کر لی۔

۳۔ اگر یہ محال نظر آتا ہے تو پھر وہ ساتھ ساتھ لکھتا رہا اگر یہ صورت فرض کر لی جائے تو وقت کو اور بڑھانا پڑے گا۔ دوچند سے کم کیا ہو سکتا ہے گویا یہ ایک ملاقات تین مہینے سے بھی تجاوز کر گئی اگر یہ نہ مانا جائے تو اور صورت

(١٢٦) لكى لايعطش يوم القيمة فقال ابو حنيفه مكذوب علينا و[illegible]
روى فيه من الذم حدثنى محمد بن مسعود قال حدثنى [illegible]
القمى قال حدثنى احمد بن محمد بن عيسى عن على بن الحكم [illegible]
بن عثمن قال دخلت على ابى عبدالله عليه السلام فى [illegible]
فلما اجلسنى قال ما فعل صاحب الطاق قال قلت صالح قال [illegible]
انه جدل وانه يتكلم فى هم قدو قلت اجل هو جدل قال [illegible]
(خ تيم بدو)
طريف من مخاصميه ان يخصمه فعل قلت كيف ذاك فقال [illegible]
عن كلامك هذا من كلام امامك فان قال نعم كذب علينا و[illegible]
قال له كيف يتكلم بكلام لم يتكلم به امامك ثم قال انتم [illegible]
انى انا اقررت به ورضيت به اقمت على الضلاله وان برئت منهم [illegible]
نحن قليل وعدونا كثير قلت جعلت فداك فابلغه عنك ذلك [illegible]
قد دخلوا فى امر ما يمنعهم عن الرجوع عنه الا الحمية قال فابلغت [illegible]
الاحول ذاك فقال صدق بابى وامى ما يمنعنى من الرجوع [illegible]
على قال حدثنا محمد بن احمد عن محمد بن عيسى [illegible]
بن عبيد عن احمد بن النضر عن المفضل بن عمر قال قال [illegible]
عليه السلام ائت الاحول فمره لا يتكلم فاتيته فى منزله فاشرف [illegible]
(خ تتكلم)
له يقول لك ابو عبدالله عليه السلام لا تكلم قال فاخاف الا [illegible]
(جابر بن يزيد الجعفى) جابر بن يزيد الجعفى حدثنى حمدويه وابرهيم ابنا نصير [illegible]
محمد بن عيسى عن على بن الحكم عن ابن بكير عن زرارة [illegible]
اباعبدالله عليه السلام عن احاديث جابر فقال ما رايته [illegible]
الا مرة واحدة وما دخل على قط حمدويه وابرهيم [illegible]
حدثنا محمد بن عيسى عن على بن الحكم عن زياد بن ابى [illegible]
اختلف اصحابنا فى احاديث جابر الجعفى فقلت انا اسال [illegible]
السلام فلما دخلت ابتدأنى فقال رحم الله جابر الجعفى كان [illegible]

کوئی نہیں کیونکہ اس زمانے میں شارٹ ہینڈ کے رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۴۔ اگر جابر کا دعویٰ تسلیم کیا جائے تو سب سے پہلے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ امام کو جھوٹا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ اگر امام کو سچا تسلیم کریں جیسا کہ ضروری ہے تو جابر کو پرلے درجے کا جھوٹا ماننا پڑتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔

۶۔ اگر جابر کو بددیانت جھوٹا اور جعلساز تسلیم کیا جائے تو فقہ جعفریہ کے پلے کچھ نہیں رہتا۔

اصحاب آئمہ میں سے کچھ حق الیقین میں مذکور کچھ غیر مذکور کے حالات نمونہ کے طور پر شیعہ کی کتب رجال میں سے پیش کیے گئے۔

اب ذرا اس معاملے کو ایک اور زاویئے سے دیکھیے۔

۱۔ علامہ مجلسی نے تو فرما دیا کہ "یہ کثیر جماعت تھی جو سب شیعوں کے رئیس تھے" مگر آئمہ کا بیان اس سے مختلف ہے مثلاً

اصول کافی صـ۴۹۶ امام جعفر کا بیان ہے۔

"اے ابوبصیر اگر تم میں سے (جو شیعہ ہو) تین مومن مجھے مل جاتے جو میری حدیث ظاہر نہ کرتے تو میں ان سے اپنی حدیثیں نہ چھپاتا۔"

یہ بیان کیا ہے حقائق کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ امام جعفر کو عمر بھر میں تین مومن بھی نہ ملے دوسری بات یہ ہے کہ وہ مومنوں کی فوج نہیں کھڑی کرنی چاہتے تھے بلکہ اپنے علوم اور اپنی حدیثیں سنانا چاہتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب انہیں تین مومن مل سکے تو انہوں نے اپنی حدیثیں کسی کو نہیں سنائیں جس سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ کافی، استبصار، تہذیب اور ن لایحضرہ الفقیہہ کی صورت میں ہزاروں حدیثیں جو امام جعفر سے منسوب ہیں وہ ان سے

بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ سب جھوٹ، بناوٹی ذخیرہ ہے۔

چوتھی بات اگر اس کا نتیجہ یہی ہے اور دُوسرا کوئی ہو نہیں سکتا تو فقہ جعفری کی قدر و قیمت تو امام نے خود متعین کر دی۔

پانچویں بات یہ ہے کہ امام کا مقصد صرف کسی محرم راز کو حدیثیں سنانا تھا۔ حدیثیں پھیلانا مطلوب نہیں تھا اس لیے فرمایا ان تین مطلوبہ مومنوں کی صفت بیان کی جو میری حدیثیں ظاہر نہ کرتے"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کی حدیثیں ظاہر کرنے کی چیز نہیں چھپا کر رہنے کی چیز ہے تو پھر فقہ جعفریہ کو برسر منبر اور برسر دار لانے کے جتن کیوں ہو رہے ہیں یہ تو امام کی مخالفت کی تحریک ہے ان کے خلاف ایجی ٹیشن ہے یہ تو سٹرائیک ہے۔

امام جعفر نے اس سے آگے ایک قدم اور بڑھا کے فرمایا۔

"مَیں نے کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جو میری وصیت قبول کرتا اور میری اطاعت کرتا سوائے عبداللہ بن یعفور کے"۔ (رجال کشی ص ۱۶۰)

لیجیے امام نے ایک اور گتھی سلجھا دی۔

۱۔ امام جعفر کوئی شاعری نہیں کر رہے کہ شاعری کی ساری روش ہی مبالغہ سے ہوتی ہے بلکہ وُہ تو حقیقت بیان کر رہے ہیں۔

۲۔ جب امام جعفر کی ذات موجود تھی ان کی اطاعت کرنے والا صرف ایک مرد میدان نظر آتا ہے تو آج امام جعفر کی طرف منسوب فقہ جعفریہ پر عمل کرانے اور اسے نافذ کرانے کی کیا مجبوری ہے۔

۳۔ اطاعت شعار صرف ایک ہے تو یہی قابل اعتماد بھی ہوگا۔ اس لیے دین کی روایت جو اس سے چلے وہی معتبر ہوگی اس صُورت میں دین شیعہ کا سارا محل خبر واحد پر استوار ہوگا۔ مگر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائیوں سے کچھ مختلف نہیں بلکہ بات وہی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ۲۶۰ھ تک فقہ جعفریہ کی کوئی کتاب مدون نہیں ہوئی تھی ہاں احادیث کی یہ چار کتب وجود میں آگئی تھیں مگر ان میں جو روایات درج ہیں وہ اکثر ان اصحاب آئمہ سے مروی ہیں جن کو آئمہ نے گمراہ ملعون یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر مخلوق قرار دیا لہٰذا آئمہ کے بیان کے مطابق ان کتابوں کی روایات قابل اعتماد نہیں۔

پانچویں صدی ہجری میں مصنف تہذیب الاحکام اور استبصار کے بعد فقہ جعفریہ کے کام میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ان کتابوں کی عام اشاعت بھی نہ ہوئی اور زیر زمین ہی کام ہوتا رہا۔ دین شیعہ تو سراسر راز اور اخفا کی چیز ہے اگر کسی وقت کسی نے اس عقیدہ کو عام کرنے کی کوشش کی تو اسے سرزنش کی گئی۔ جیسا کہ

اصول کافی نمبر ۳۴

قال ابو جعفر ولایته الله اسرها الی جبرئیل واسرها جبرائیل الی محمد صلی الله علیه وسلم واسرها محمد الی علی واسرها علی الی من شاء ثم انتم تذیعون ذالك

امام ابو باقر نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ولایت کا راز جبرائیل کو راز میں بتایا جبرائیل نے یہ راز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخفی طور پر بتایا۔ حضورؐ نے یہ راز حضرت علی کو کان میں بتایا پھر حضرت علی نے جسے چاہا بتایا مگر تم لوگ اسے ظاہر کرتے پھرتے ہو۔

گویا ولایت و امامت کا عقیدہ ہی راز کی چیز ہے اور شیعہ مذہب کی جان یہی عقیدہ تو ہے۔ لہٰذا اسے ظاہر کرنا امام کو ناراض کرنے کے مترادف ہے۔

آخر آٹھویں صدی ہجری میں ایک مجاہد اٹھا اس نے فقہ جعفریہ کی پہلی کتاب صحیح فقہی طرز پر لکھی۔ اس فقیہہ کا نام محمد جمال الدین مکی ہے اور اس کتاب کا نام لمعہ دمشقیہ ہے اس سلسلے میں چونکہ یہ پہلی کوشش تھی اس لیے اس کی پذیرائی اور قدر افزائی

صاحِبِ هٰذَا الْأَمْرِ. قالَ أَبُوجَعْفَرٍ عليه السلام: وَلايَةُ اللهِ أَسَرَّهَا إِلَىٰ جَبْرَئِيلَ عليه السلام وَأَسَرَّهَا جَبْرَئِيلُ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وَأَسَرَّهَا مُحَمَّدٌ إِلَىٰ عَلِيٍّ عليه السلام وَأَسَرَّهَا عَلِيٌّ إِلَىٰ مَنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَنْتُمْ تُذِيعُونَ ذٰلِكَ، مَنِ الَّذِي أَمْسَكَ حَرْفاً سَمِعَهُ؟ قالَ أَبُوجَعْفَرٍ عليه السلام: فِي حِكْمَةِ آلِ دَاوُدَ: يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَكُونَ مَالِكاً لِنَفْسِهِ مُقْبِلاً عَلَىٰ شَأْنِهِ عَارِفاً بِأَهْلِ زَمَانِهِ، فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُذِيعُوا حَدِيثَنَا. فَلَوْلَا أَنَّ اللهَ يُدَافِعُ عَنْ أَوْلِيَائِهِ وَيَنْتَقِمُ لِأَوْلِيَائِهِ مِنْ أَعْدَائِهِ، أَمَا رَأَيْتَ مَا صَنَعَ اللهُ بِآلِ بَرْمَكَ وَمَا انْتَقَمَ اللهُ لِأَبِي الْحَسَنِ عليه السلام وَقَدْ كَانَ بَنُو الْأَشْعَثِ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ فَدَفَعَ اللهُ عَنْهُمْ بِوَلَايَتِهِمْ لِأَبِي الْحَسَنِ عليه السلام وَأَنْتُمْ بِالْعِرَاقِ تَرَوْنَ أَعْمَالَ هٰؤُلَاءِ الْفَرَاعِنَةِ وَمَا أَمْهَلَ اللهُ لَهُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ؛ وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ [الْحَيَاةُ] الدُّنْيَا، وَتَغْتَرُّوا بِمَنْ قَدْ أُمْهِلَ لَهُ، فَكَأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ وَصَلَ إِلَيْكُمْ.

امام باقر(ع) فرمود ـ ولایت خدااست که آنرا رازی بجبرئیل سپرده و جبرئیل رازی بمحمد سپرده و محمد رازی بعلی سپرده وعلی رازی بهر که خدا خواسته سپرده، سپس شما آنرا فاش میکنید، کیست که سخنی را بشنود وآنرا نگهدارد، امام باقر(ع) فرموده است، درحکمت آل داود استکه شایسته است برای مسلمان که خوددار باشد و بکار خودانداشود ومردم زمان خودرا بشناسد، ازخدا بپرهیزید وحدیثما را فاش نکنید پس اگر نبود که خدا ازاولیاء خود دفاع میکند و برای دوستانش از دشمنانش انتقام میکشد (رشته امامت گسسته میشد). آیا ندیدی که خدا باخاندان برمك چه کرد و خدا چه انتقامی برای امام کاظم (ع) گرفت ومحققاً بنی‌اشعث در خطر بزرگی بودند وخدا بواسطه دوستی آنها باامام کاظم (ع) خطررا ازآنها دفع کرد، شما درعراق بچشم خود کردار این فرعون مادا می‌بینید وملاحظه میکنید خدا چه‌مهلتی بآنهاداده برشما بادبتقوی از برای‌خدا، مبادا دنیاشمارا بفریبد وگول نخورید بوضع کسانیکه خداوند بآنها مهلتی داده، پس گویا کارحکومت بدست شما افتاده است.

شرح ـ ازمجلسی ره ـ «اما رأیت من‌صنع الله بآل‌برمك» من گویم دولت وشوکت برمکی‌ها و زوالش درتاریخ معروف‌است وسببش طبق روایت صدوق ره درعیون اینستکه باعث گرفتاری‌امام‌کاظم وزندانی شدن آن‌حضرت دربغداد شدند، گوید هرون‌الرشید میخواست پسرش محمدرا جانشین خود کند، او چهارده پسرداشت و از میان آنها سه تن را برگزید، محمد امین که او را ولیعهد اول خودساخت و عبدالله مأمون که ولیعهد بعداز اونمود وقاسم مؤتمن رابس ازمأمون ولیعهدخود ساخت وبرای شهرت وتحکیم این‌کار درسال ۱۷۹ قصدحج کرد وهمه فقهاء وعلماء و قراء و امراء کشور اسلامیرا برای شرکت درحج دعوت کرد وخود ازراه مدینه بمکه‌رفت؛ علی‌بن محمدنوفلی گوید سبب سعایت یحیی‌بن خالد ازموسی بن‌جعفر این بودکه هرون‌الرشید پسرش محمدبزاد زبیده‌رابسرپرستی جعفربن محمداشعث واولادش سپرده بود و بریحیی ناگوار بود و میگفت اگر هرون بمیرد کاربدست محمد افتد ودولت من وفرزندانم ازمیان برود واو میدانست جعفربن اشعث شیعه‌است وخودراهم مذهب او وانمود کرد واوهم شادشد واسرار خودرا باو گفت وعقیده خودرا درباره موسی‌بن جعفر باو اظهار کرد وچون بمذهب اوواقف شد ازاو نزدرشید سعایت کرد ورشید هم ازنظر خدمتیکه خود جعفر و پدرش بخلافت کرده بودند رعایت اورا میکرد ودرباره او تردیدداشت ویحیی پیوسته ازاو بدمی گفت

ہونی ایک فطری بات ہے۔ مگر حالات اس کے برعکس نظر آتے ہیں اسے واجب القتل قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ اس کتاب کی تصنیف ہی ہو سکتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب کوئی علمی یا دینی خدمت نہیں سمجھی گئی بلکہ اس کے الٹ ہی کچھ سمجھا گیا اب اس کا نام جو چاہو رکھ لو۔ مگر جعفریہ نے اسے شہید اول کا لقب دیا۔

اس کے قتل سے عوام میں فقہ جعفریہ کی قدر و قیمت کا ایک معیار تو قائم ہو گیا پھر حسب سابق جعفریہ زیر زمین ہی کام کرنے لگے رفتہ رفتہ دسویں صدی ہجری میں ایک اور مجاہد اٹھا اور اس نے فقہ جعفریہ کو عام فہم کرنے اور اسے پھیلانے کے لیے لمعہ دمشقیہ کی شرح روضۃ البھیہ کے نام سے لکھی اس کا نام علامہ زین الدین ہے جب متن لکھنے والا واجب القتل قرار دیا گیا تو اس کی شرح لکھنے والے کو کون سی جاگیر ملنی تھی چنانچہ اسے بھی واجب القتل قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اور جعفریہ نے بھی حسب عادت اس کو شہید ثانی کا لقب دیا۔ فقہ جعفریہ کا علمی سرمایہ یہی کچھ ہے۔ ان کتابوں پر ممکن ہے انفرادی طور پر کوئی نیک شیعہ عمل کرتے ہوں مگر اجتماعی طور پر کسی حکومت نے اس فقہ کو قابل سرپرستی اور قابل نفوذ نہ سمجھا۔

علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین میں جہاں یہ بیان کیا کہ "ان لوگوں (یعنے آئمہ) نے فقہ حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا" یہ بات ایک تاریخی مغالطہ نظر آتا ہے زرارہ محمد بن مسلم ابو بصیرہ جن کے نام درج ہیں انہوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے بعد قریباً دو صدیوں سے لے کر تین صدیوں تک لوگوں نے ان کے نام سے روایات جمع کر کے وہ چار کتابیں تصنیف کیں جن پر اوپر بحث کی جا چکی ہے۔

پھر علامہ مجلسی نے فرمایا ان لوگوں کا اختصاص آئمہ طاہرین کے ساتھ معلوم و متحقق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے شاگردوں کا اختصاص ہے۔

یہ تشبیہ اور تمثیل بھی خلاف حقیقت ہے! امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے حالات تو یہ ہیں کہ انہوں نے چالیس ماہرین فن کی ایک مجلس مذاکرہ بنائی تھی ہر آدمی ایک خاص فن میں مہارت رکھتا تھا پھر جو نئے مسائل پیش آتے وہ قرآن و سُنّت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں زیرِ بحث آکر طے ہوتے جب کسی نتیجے پر پہنچتے تھے تو ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے امام شیبانی اسے لکھ لیتے چنانچہ امام محمد شیبانی کی چھ تصانیف فقہ حنفی میں کتب ظاہر الروایۃ کے لقب سے مشہور ہوئیں اور اسی دوران تصنیف ہوئیں اور ابو حنیفہ کے دُوسرے شاگرد ابو یوسف نے کتابُ الخراج تصنیف کی اور فقہ حنفی باقاعدہ طور پر خلفائے عباسیہ نے اپنی سلطنت میں رائج کی بلکہ اور بھی اسلامی ممالک میں فقہ حنفی رائج رہی اس کے مقابلے میں علامہ مجلسی نے جن اصحاب آئمہ کو ابو حنیفہ کے شاگردوں سے تشبیہ دی ہے انہوں نے نہ تو کوئی کتاب تصنیف کی نہ قرآن و سُنّت تک پہنچے بلکہ صرف امام کی بات بلکہ امام سے منسوب کرکے اپنی بات بیان کرتے رہے اور بعد والوں نے ان کی روایات کو جمع کرکے فقہ جعفریہ کا نام دے دیا۔

جہاں تک اس فقہ کے رائج ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات خواب و خیال سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں وہی فقہ رائج تھی جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابِ الٰہی کی روشنی میں اپنے ارشادات اور صحابہ کی عملی تربیت کرکے رائج فرمائی تھی حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں اس فقہ سے بال برابر بھی انحراف نہیں کیا یعنی انہوں نے بھی وہی فقہ رائج رکھی جو خلفائے ثلثہ کے عہد میں رائج رہی۔ اگر حضرت علی کوئی نئی فقہ رائج یا نافذ کرتے چاہے اس کا نام فقہ جعفریہ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا یا بے نام ہوتی بلکہ اس فقہ سے مختلف جو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں رائج رہی تو بعد میں آنے والوں کو بھی حق پہنچتا تھا کہ اس علوی فقہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے یا اکی

جدوجہد کرتے جس فقہ پر حضرت علیؓ نے اپنا پورا عہد خلافت گزار دیا۔ آج محبان علیؓ کو اس فقہ سے بیر کیوں ہے یہی وہ فقہ ہے جو خلفائے عباسیہ کے عہد میں آکر باقاعدہ فقہی ترتیب سے مدون ہو کر فقہ حنفی کے نئے نام سے اسی پرانی صورت اور اسی نبوی اصول پر رائج ہوئی پھر قریباً تمام اسلامی سلطنتوں میں یہی فقہ رائج رہی اور حکومت کی طرف نافذ ہوتی رہی۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان روّسا شیعہ نے آئمہ سے جو روایات منسوب کی ہیں ان سے بڑھ کر آئمہ کی توہین کی کوئی صورت تصور میں نہیں آسکتی حالانکہ آئمہ کرام اہل السنت کے عقیدہ کے اعتبار سے اور حقیقت کے لحاظ سے نہایت پاک شستہ اور ظاہراً و باطناً کتاب و سنت کے عامل کامل اولیا اللہ اور اس فقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والے تھے جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں صحابہ کو سکھائی اور جس پر حضورؐ نے اپنے سامنے عمل کرایا اور جس پر خلفائے راشدین حضرت علیؓ سمیت عمل کرتے رہے۔

اجتماعی مسائل یعنی پبلک لا

بَابُ النِّکاح

نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک مرد اور عورت کے درمیان مستقل اور عمر بھر کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے اس سلسلے میں جہاں عوام کے لیے آسانیاں ہیں وہاں قانون اور حکومت کے لیے بڑی آسانیاں رکھی گئی ہیں۔ مثلاً

فروغ کافی طبع جدید ۵، ۳۸۷

عن زرارہ بن اعین قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یتزوج المراۃ بغیر شھود فقال لا باس بتزویج البتۃ فیما بینہ وبین اللہ انما جعل الشھود فی تزویج البتۃ من اجل الولد لو ت ذالک لم یکن بہ بأس

زرارہ کہتا ہے امام جعفر سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو گواہوں کے بغیر عورت سے نکاح کرے۔ امام نے فرمایا کوئی حرج نہیں اللہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے نکاح کے گواہ تو صرف اولاد کے لیے ہوتے ہیں اگر نکاح میں اولاد مقصود نہ ہو تو بغیر گواہ کے نکاح میں کوئی حرج نہیں

امام نے جائز اور ناجائز میں حدِ فاصل تو بتا دی کہ اولاد مقصود نہ ہو تو کوئی مرد کسی عورت سے جب چاہے تنہائی میں بغیر گواہوں کے نکاح کرسکتا ہے لیکن اس سلسلہ میں دو اُمور قابلِ غور ہیں۔

﴿ باب ﴾

☆(التزويج بغير بينة)☆

١ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن عمر بن اُذينة ، عن زرارة بن أعين قال : سئل أبوعبدالله عليه السلام عن الرّجل يتزوّج المرأة بغير شهود فقال : لابأس بتزويج البتّة فيما بينه وبين الله إنّما جعل الشهود في تزويج البتّة من أجل الولد لولا ذلك لم يكن به بأس .

٢ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن عبدالله بن محمّد جميعاً ، عن ابن أبي عمير ، عن هشام بن سالم ، عن أبي عبد الله عليه السلام قال : إنّما جعلت البيّنات للنّسب والمواريث؛ وفي رواية اُخرى والحدود .

٣ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ ومحمّد بن إسماعيل ، عن الفضل بن شاذان ، عن ابن أبي عمير ، عن حفص بن البختريّ ، عن أبي عبدالله عليه السلام في الرّجل يتزوّج بغير بيّنة قال : لابأس .

٤ ـ عدّة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن داود النّهديّ ، عن ابن أبي نجران عن محمّد بن الفضيل قال : قال أبو الحسن موسى عليه السلام لأبي يوسف القاضي : إنّ الله تبارك و تعالى أمر في كتابه بالطلاق وأكّد فيه بشاهدين ولم يرض بهما إلّا عدلين[1] وأمر في كتابه بالتزويج فأهمله بلا شهود فأثبتّم شاهدين فيما أهمل و أبطلتم الشاهدين فيما أكّد .

﴿ باب ﴾

☆(ما احل للنبي صلى الله عليه و آله من النساء)☆

١ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد جميعاً ، عن ابن أبي عمير عن حمّاد ، عن الحلبيّ ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : سألته عن قول الله عزّوجلّ : «يا أيّها النبيّ إنّا أحللنا لك أزواجك[2]» قلت : كم اُحلّ له من النّساء؟ قال : ماشاء من شيء

(١) في بعض النسخ [لم يرض بهما الاعدلين] .
(٢) الاحزاب : ٥٠ .

اوّل یہ کہ زانی اور زانیہ کا مقصد کبھی حصول اولاد بھی ہُوا ہے ظاہر ہے کہ یہاں تو مقصد محض آزاد شہوت رانی ہوتا ہے لہٰذا زنا نام کی کوئی چیز اگر ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب بالجبر ہو۔ ورنہ ہر زنا در اصل ایک جائز نکاح ہے جس کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

دُوسری بات یہ ہے کہ حکومت اور قانون اس کو تسلیم کرلے تو زنا کی حد جاری کرنے کا تکلف نہیں کرنا پڑے گا۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ ۳-۲۵۱

عن مسلم بن بشیر عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالتہ عن رجل تزوج امرأۃ ولم یشھد فقال اما بینھا بنیہ د بین اللہ عزوجل فلیس بعد ثیی ولکن ان اخذہ سلطان جائر عاقبہ

امام جعفر سے اس آدمی کے متعلق سوال ہُوا جس نے کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کرلیا تو فرمایا اس میں کیا حرج ہے اللہ جو گواہ ہے لیکن اگر کسی ظالم حکمران نے پکڑ لیا تو سزا دے گا۔

سوال یہ ہے کہ ظالم حکمران ایسا کیوں کرے گا کیا اسے فقہ جعفری یاد نہ ہوگی یا ملک میں فقہ جعفری لاگو نہ ہوگی۔ بہرحال ظالم آخر ظالم ہی ہے انصاف پسند بادشاہ تو ایسے مجاہد کو انعام دے گا کیوں کہ اس نے بلا وجہ گواہوں کو تکلیف نہیں دی اور بڑی بے تکلفی سے یہ مہم خود سر کرلی۔ سُلطان جابر کا کھٹکا ظاہر کرتا ہے کہ چور اندر ہے اور ضمیر کچوکے دیتا ہے کہ کتے کو بکری کا نام دے کر اطمینان سے اس کا گوشت حلق سے اتارنا مشکل ہوتا ہے۔

اس بینما بینہ وبین اللہ کی ایک مثال فروغ کافی میں دی گئی ہے۔

تزوّج وكانت بكراً ، فان كانت ثيباً فلا يجوز عليها تزويج أبيها إلا بأمرها ، وإن كان لها أب وجد فالجد عليها ولاية ما دام أبيها حياً لأنه يملك ولده وما ملك فاذا مات الأب لم يزوّجها الجد إلا باذنها .

٥ — وروى حنان بن سدير عن مسلم بن بشير عن أبي جعفر عليه السلام قال : ١١٩٤ سألته عن رجل تزوّج امرأة ولم يشهد فقال : اما فيما بينه وبين الله عز وجل فليس عليه شيء ، ولكن إن أخذه سلطان جائر عاقبه .

٦ — وروي عن عبدالحميد بن عواض عن عبدالخالق قال : سألت أبا عبدالله ١١٩٥ عليه السلام عن المرأة الثيّب تخطب إلى نفسها قال : هي أملك بنفسها تولي أمرها من شاءت إذا كان كفواً بعد أن تكون قد نكحت زوجاً قبل ذلك .

٧ — وروي عن داود بن سرحان عن أبي عبدالله عليه السلام أنه قال في رجل ١١٩٦ يريد أن يزوّج أخته قال : يؤامرها فان سكتت فهو إقرارها ، فان أبت لم يزوّجها فان قالت : زوجني فلاناً فليزوّجها ممن ترضى ، واليتيمة في حجر الرجل لا يزوّجها إلا ممن ترضى .

٨ — وروى الفضيل بن يسار ومحمد بن مسلم وزرارة وبريد بن معاوية عن ١١٩٧ أبي جعفر عليه السلام قال : المرأة التي قد ملكت نفسها غير السفيهة ولا المولّى عليها تزويجها بغير ولي جائز .

٩ — وخطب أبو طالب رحمه الله لما تزوّج النبيّ صلّى الله عليه وآله خديجة ١١٩٨ بنت خويلد رحمها الله بعد أن خطبها إلى أبيها ، ومن الناس من يقول إلى عمها ، فأخذ بعضادتي الباب ومن شاهده من قريش حضور فقال : الحمد لله الذي جعلنا

– ١١٩٥ – الاستبصار ج٣ ص٢٣٣ التهذيب ج٢ ص٢٢١ الكافي ج٢ ص٢٥ بسند آخر في الجميع .
– ١١٩٦ – الاستبصار ج ٣ ص ٢٣٩ التهذيب ج ٢ ص ٢٢٣ الكافي ج ٢ ص ٢٥ .
– ١١٩٧ – الاستبصار ج ٣ ص ٢٣٢ التهذيب ج ٢ ص ٢٢٠ الكافي ج ٢ ص ٢٥ .

جلد ۵ صفحہ ۴۶۷ میں ایک واقعہ درج ہے جس سے کئی عقدے حل ہوتے ہیں.

عن ابی عبد الله علیه قال جاءت امرأة الی عمر فقالت انی زنیت فطهرنی فامر بها ان ترجم فاخبر بذالك امیر المومنین صلوت الله علیه فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیة فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان لیقینی الاان امکنه من نفسی فلما اجهدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنته من نفسی فقال امیر المومنین هذا تزویج ورب الکعبة

امام جعفر سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا میں زنا کی مرتکب ہوئی مجھے پاک کر دیجئے حضرت عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس کی اطلاع حضرت علیؑ کو ہوئی۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا تو نے کس طرح زنا کیا اس نے کہا میں جنگل میں تھی مجھے سخت پیاس لگی میں نے اعرابی سے پانی مانگا اس نے صرف اس شرط پر مجھے پانی دینا منظور کیا کہ میں اسے اپنے وجود پر قدرت دے دوں جب پیاس نے مجھے مجبور کر دیا مجھے جان کا خطرہ ہوا تو اس نے مجھے پانی پلایا اور میں نے اسے اپنی جان پر اختیار دے دیا۔ امیر المومنین نے فرمایا رَبِّ کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ :

اِس عمل اور صورتِ عمل کو عورت نے زنا سمجھا اور اقرار کر کے اپنے آپ کو پاک کرنے کی حضرت عمرؓ سے درخواست کی اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے زنا قرار دے کر

٧ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن معمر بن خلاّد قال : سألت أبا الحسن الرّضا عليه السلام عن الرجل يتزوّج المرأة متعة فيحملها من بلد إلى بلد ؟ فقال : يجوز النكاح الآخر ولا يجوز هذا [1].

٨ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن نوح بن شعيب ، عن عليّ بن حسّان ، عن عبد الرحمن بن كثير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : جاءت امرأة إلى عمر فقالت : إنّي زنيت فطهّرني ، فأمر بها أن ترجم فاُخبر بذلك أمير المؤمنين عليه السلام فقال : كيف زنيت ؟ فقالت : مررت بالبادية فأصابني عطش شديد فاستسقيت أعرابياً فأبى أن يسقيني إلّا أن اُمكّنه من نفسي فلمّا أجهدني العطش و خفت على نفسي سقاني فأمكنته من نفسي ، فقال أمير المؤمنين عليه السلام : تزويج وربّ الكعبة [2].

٩ ـ عليّ ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن عمّار بن مروان ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قلت له : رجلٌ جاء إلى امرأة فسألها أن تزوّجه نفسها فقالت : اُزوّجك نفسي على أن تلتمس منّي ماشئت من نظر أو التماس و تنال منّي ماينال الرجل من أهله إلّا أنّك لا تدخل فرجك في فرجي وتتلذّذ بما شئت فانّي أخاف الفضيحة ؟ قال : ليس له إلّا ما اشترط .

١٠ ـ عدّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن عليّ بن أسباط ؛ ومحمّد بن الحسين جميعاً ، عن الحكم بن مسكين ، عن عمّار قال : قال أبو عبدالله عليه السلام لي ولسليمان بن خالد : قد حرّمت عليكما المتعة من قبلي مادمتما بالمدينة لأنّكما تكثران الدّخول عليّ فأخاف أن تؤخذا ، فيقال : هؤلاء أصحاب جعفر .

(١) ظاهره أنه سأل السائل عن حكم المتعة أجاب عليه السلام بعدم جواز اصل المتعة تقية و حمله الوالد العلامة ـ رحمه الله ـ على أن المعنى أنه يجب على المتمتعة إطاعة زوجها في الخروج من البلد كما كانت تجب في الدائمة . أقول : يحتمل على بعد ان يكون المراد بالنكاح الاخر المتعة أى غير الدائم أى يجوز أصل العقد ولايجوز جبرها على الإخراج عن البلد . (آت)

(٢) محمول على وقوع النكاح بينهما بمهر معين وهو سقاية الماء . (كذا في هامش المطبوع) وفي المرأة لعل المعنى والمراد بهذا الخبر أن الاضطرار يجعل هذا الفعل بحكم التزويج ويخرجه عن الزنا و الظاهر ان الكليني حمله على أنها زوجه نفسها متعة بشربة من ماء فذكره في هذا الباب وهو بعيد لانها كانت مزوجة والالم يستحق الرجم بزعم عمر الا أن يقال ان هذا ايضاً كان من خطائه لكن الامر سهل لانه باب النوادر .

اس کو سزا سنادی۔

۲۔ عورت اہلِ زبان بھی اور مسلمان تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے عام مسلمان اس صورت واقعہ کو زنا سمجھتے تھے۔

۳۔ حضرت عمرؓ امیر المومنین تھے اہلِ زبان تھے اہلِ علم تھے شریعت کے ماہر تھے اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامی اسے زنا قرار دیتی ہے۔

۴۔ روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سزا سنانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہے چلی جائے اس دوران حضرت علیؓ کو اس واقعہ کا علم ہو گیا۔

۵۔ اتفاقاً اس عورت کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی یا انہوں نے خود اسے بلایا یہ بات روایت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی اس سے بالمشافہ گفتگو ہوئی۔

۶۔ حضرت علیؓ نے اسے نکاح قرار دیا جسے عرفِ عام اور فقہ اسلامی زنا قرار دیتی ہے۔

۷۔ فقہ جعفریہ میں یہ نکاح ہے مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں فقہ جعفریہ اسلامی حکومت میں رائج نہیں تھی۔

۸۔ حضرت علیؓ کو سزا سے پہلے واقعہ کا علم ہو گیا مگر انہوں نے حضرت عمرؓ کو نہ تو مشورہ دیا کہ سزا کا حکم واپس لے لیں نہ فقہ جعفریہ رائج کرنے کی مہم چلائی پہلی صورت میں ان پر کتمانِ حق کے ارتکاب کا ثبوت ملتا ہے دوسری صورت میں دین کے معاملے میں ان کی بزدلی ثابت ہوتی ہے اور یہ دونوں باتیں مسلمانوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی ذات سے جوڑ نہیں کھاتیں۔

۹۔ وخفت علی نفسی فسقانی فامکنته یہ جملہ ایک معمہ معلوم ہوتا ہے جان کا

خطرہ تو عورت کو محسوس ہُوا۔ اعرابی کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اس نے پانی پلایا، پھر ترتیب بتاتی ہے کہ پہلے پلایا پھر مَیں نے اسے اپنی جان پر قدرت دے دی پانی پی لیا۔ جان بچ گئی اب جان پر قدرت دینے کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ عورت نے پاس عہد کی بنا پر یا شکریہ ادا کرتے ہُوئے اس کے احسان کا بدلہ دیتے ہُوئے اپنی جان پر قدرت دے دی

۱۰۔ حضرت علیؓ نے جس فعل کو ربِّ کعبہ کی قسم کھا کر نکاح قرار دیا اس میں گواہ کوئی نہیں تھے۔ لہٰذا اس کی سزا کوئی نہیں فقہ جعفریہ میں اس کا اصطلاحی نام متعہ بھی ہے۔

۱۔ یہ جرم قابل تعزیر کیوں ہونے لگا یہ تو انتہائی اعلیٰ درجے کی عبادت ہے جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۴۹۳،۲ پر ہے

قال رسول الله من تمتع مرة درجة كدرجة الحسين ومن تمتع مرتين درجة الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجه كدرجة علي ابن ابي طالب من تمتع اربعه مرات فدرجة كدرجتي

رسولِ خدا نے فرمایا جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اس کا درجہ حسینؓ کے برابر ہے جس نے دو دفعہ کیا اس کا درجہ حسنؓ کے برابر ہے اور جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ علیؓ کے برابر ہے اور جس نے چار دفعہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہے۔

(۴) تہذیب الاحکام ۷۔۲۴۸

عن ابي عبد الله عليه السلام قال انما جعلت البينة في النكاح من اجل المواريث

د زخ آزاد شود وهر کـه دو بار متعه کند چهار دانـك او از آتش دوزخ آزاد شـود وهر کـه سه بار متعه کند همهٔ او از آتش دوزخ آزاد شود. ونیز آورده که « قال النبی صلی الله علیه وآله من تمتع مرة أمن من سخط الجبار ومن تمتع مرتين حشرمع الأبرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمني في الجنان» یعنی هر که یکبار متعه کند ایمن شود ازخشم خدای قهار وهر که دوبار متعه کند محشورشود با نیکوکاران. وهر که سه بار متعه کند مزاحمت ومقارنت وهمنشینی کند با من در روضهٔ جنان ودرجه رضوان وایضاً آورده که «من تمتع مرة كان درجته كدرجة الحسين علیه السلام ومن تمتع مرتين فدرجته كدرجة الحسن علیه السلام ومن تمتع ثلاث مرات كان درجته كدرجة علي بن ابيطالب علیه السلام ومن تمتع اربع مرات فدرجته كدرجتي» یعنی هر که یکبار متعه کند درجهٔ اوچون درجهٔ حسین علیه السلام باشد وهر که دوبار متعه کند درجهٔ اوچون درجهٔ حسن علیه السلام باشد وهر که سه بار متعه کند درجه اوچون درجهٔ علی بن ابی طالب علیه السلام باشد وهر که چهار بار متعه کند درجهٔ او مانند درجه من(۱) باشد. وایضاً قال من خرج من الدنیا ولم يتمتع جاء يوم القيمة وهو اجدع» یعنی هر که از دنیا بیرون رود ومتعه نکرده باشد روز قیامت گوش وبینی بریده وبدخلقت محشور شود و این حدیث با حدیث اول اگر چه سابقا مذکور شد اما بجهت تعدد رواة مکرر واقع شد. و از سلمان فارسی ومقداد اسود کندی وعمار یاسر رضی الله عنهم مرویست که گفتند روزی نزد رسول الله صلی الله علیه وآله بودیم که آنحضرت برخاست وخطبهٔ برخواند وآداب حمد وثنای الهی بتقدیم رسانید ونفس نفیس خود را بادفرموده برخود صلوات داد وبعد از آن بوجه کریم خود بما التفات فرموده گفت بدرستی که برادرم جبرئیل علیه السلام نزد من آمد وتحفهٔ از نزد پروردگار بمن آورد وآن تمتع زنان مؤمنه است وپیش از من این تحفه را بهیچ پیغمبری ارزانی نداشته ومن شمارا بآن امر میکنم پس آن سنت من است در زمان من وبعد از من هر که آنرا قبول کند وبآن عمل کند واحیای آن نماید از من باشد ومن از وی و هر که مخالفت نماید بآنچه بآن امر کرده‌ام بخدای مخالفت کرده وبدانید ای مردمان که از اهل این مجلس کسی باشد که تکذیب آن نماید بجهت بغض او بمن پس من گواهی میدهم که او از اهل دوزخ است پس لعنت خدای بر کسی باد که مخالفت من کند در این، هر که انکار آن کند انکار نبوت من

۱ـ احادیثی را که شیخ جلیل عظیم الشأن محقق ثانی شیخ علی بن عبدالعالی کرکی اعلی الله مقامه در رسالهٔ متعهٔ خود ذکر فرموده نظر بعظمت علمی ومقام بلند محقق در تحقیق وتدقیق که سید مصطفی تفرشی در رجالش در باره او می‌نویسد : شیخ الطائفة علامة وقته صاحب التحقيق و التدقيق كثير العلم نقی الكلام جيد التصانيف (الخ) نباید از حیث سند در آنها خدشه کرد وبا معتبر بشمار آورد واز حیث معنی و مضمون نیز نباید استبعاد نمود چنانکه بعض معاصرین حدیث سوم را استبعاد کرده ومعنی آن را مجهول شمرده است زیرا که نظائر این مضمون راجع بکسیکه احیاء کند سنتی از سنن اسلام یا امری از امور اهل بیت رسالت را زمانیکه آن سنت وآن امر در شرف مردن واز بین رفتن است در احادیث واخبار فراوانست

اليها على وجه يكون منه الولد واوجب عليه التحرز وان كان قد شرط ان لو كان حصل ولد أكان لاحقاً بالحرية حسب ما قدمناه ، ويحتمل ان يكون اراد عليه السلام يضم اليه ولده بالثمن لأن ولده لا يجوز ان يسترق بل يباع عليه ، والذي يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١٠٧٤ ﴾ ٢٦ — الحسين بن سعيد عن الحسن بن محبوب عن جميل بن صالح عن ضريس بن عبد الملك عن ابي عبدالله عليه السلام في الرجل يحل لأخيه جاريته وهي تخرج في حوائجه قال : هي له حلال قلت : ارأيت ان جاءت بولد ما يصنع به ؟ قال : هو لمولى الجارية إلا ان يكون اشترط عليه حين احلها له انها ان جاءت بولد فهو حر، قال: إن كان فعل فهو حر قلت: فيملك ولده؟ قال: ان كان له مال اشتراه بالقيمة .

﴿ ١٠٧٥ ﴾ ٢٧ — محمد بن الحسن الصفار عن ابراهيم بن هاشم عن عبد الرحمن بن حماد عن أبراهيم بن عبد الحميد عن ابي الحسن عليه السلام في امرأة قالت لرجل فرج جاريتي لك حلال فوطئها فولدت ولداً قال: يقوّم الولد عليه بقيمته .

٣٤ - باب تفصيل احكام النكاح

قال الشيخ رحمه الله : ﴿ ومن نكح نكاحاً غبطة ﴾ الى قوله : ﴿ ومن اراد أن يعقد على امرأة متعة فاما الاشهاد والخطبة والاعلان فهو من السنة وان لم يفعل كان جائزاً والعقد ماضياً إلا ان فعله احوط وافضل ﴾

﴿ ١٠٧٦ ﴾ ١ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن الحسين بن سعيد أو غيره عن صفوان عن محمد بن حكيم عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال: انما جعلت البينة في النكاح من اجل المواريث .

* - ١٠٧٤ - ١٠٧٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٠

امام جعفر نے فرمایا کہ نکاح میں گواہوں کی حاجت محض اولاد کی میراث ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

روایت میں انما کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ نفس نکاح کے ساتھ گواہوں کا کوئی تعلق نہیں وُہ تو محض اس لیے ہے کہ کل میراث کے معاملے میں اولاد میں جھگڑا نہ ہو۔ لہٰذا جب تفریحاً نکاح کرنا ہو تو گواہوں کے تکلف میں نہیں پڑنا چاہیے زانی اور زانیہ کی باہمی رضامندی کافی ہے۔

داخلی آزادی

(۱) مسئل ابوجعفر عن رجلی کانت عنده امرأة فزنی بامها او بنتها او اختها فقال ماحرم حرام قط حلالا ٥
(۲۶۳،۳) من لایحضرہ الفقیہ

امام باقر سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہُوا کہ اس نے اپنی بیوی کی ماں سے یا اس کی بیٹی سے یا اس کی بہن سے زنا کیا تو کیا حکم ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے کوئی حرام کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔

(۲) من لایحضرہ الفقیہ ۳ ، ۲۶۴، امام باقر فرماتے ہیں۔
وان زنی رجل با مرأة ابنه وامرأة ابیه اوبجاریته انه اوبجاریة ابته فان ذالك لا یحرمها علی زوجها
اگر کسی مَرد نے اپنی بہو یا اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا یا بیٹے یا باپ کی لونڈی سے زنا کیا تو اس کا یہ فعل اس پر اس کی بیوی کو حرام نہیں کر سکتا ہاں پہلو میں ذرا پابندی لگا دی گئی ہے۔ فروع کافی میں اس کا ذکر متعدد مقامات پر ہے اس کے علاوہ

فتزوج أمها أو ابنتها أو أختها فدخل بها ثم علم فارق الأخيرة والأولى امرأته
يقرب امرأته حتى يستبرىء رحم التي فارق ، وإن زنى رجل بامرأة ابنه أو امرأة
أبيه أو بجارية ابنه أو بجارية أبيه فان ذلك لا يحرّمها على زوجها ولا يحرّم الجارية
على سيدها ، وإنما يحرم ذلك إذا كان ذلك منه بالجارية وهي حلال فلا تحل تلك
الجارية أبداً لابنه ولا لأبيه ، وإذا تزوج امرأة تزويجاً حلالاً فلا تحل تلك
المرأة لابنه ولا لأبيه .

١٢٥٧ ٤٢ — وروى أبو المغرا عن أبي بصير قال : سألته عن رجل فجر بامرأة ثم أراد
بعد ذلك أن يتزوجها فقال : إذا تابت حلت له ، قلت : وكيف تعرف توبتها
قال : يدعوها إلى ما كانت عليه من الحرام فان امتنعت فاستغفرت ربها عرف توبتها .

١٢٥٨ ٤٣ — وروى علي بن رئاب عن زرارة عن أبي جعفر عليه السلام قال : سألته
عن رجل تزوج امرأة بالعراق ثم خرج إلى الشام فتزوج امرأة أخرى فاذا هي
أخت امرأته التي بالعراق قال : يفرّق بينه وبين التي تزوجها بالشام ولا يقرب
العراقية حتى تنقضي عدة الشامية ، قلت : فان تزوج امرأة ثم تزوج أمها وهو
لا يعلم أنها أمها فقال : قد وضع الله عنه جهالته بذلك ثم قال : إذا علم أنها أمها
فلا يقربها ولا يقرب الابنة حتى تنقضي عدة الأم منه ، فاذا انقضت عدة الأم
حلّ له نكاح الابنة ، قلت : فان جاءت الأم بولد فقال : هو ولده يرثه ويكون
ابنه وأخاً لامرأته .

١٢٥٩ ٤٤ — وروى الحسن بن محبوب عن مالك بن عطية عن أبي عبيدة عن أبي عبدالله
عليه السلام في رجل أمر رجلاً أن يزوجه امرأة من أهل البصرة من بني تميم فزوّجه

- ١٢٥٧ - الاستبصار ج ٣ ص ١٦٨ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٧ .
- ١٢٥٨ - الاستبصار ج ٣ ص ١٦٩ التهذيب ج ٢ ص ١٩٥ الكافي ج ٢ ص ٢٧ بتفاوت
- ١٢٥٩ - التهذيب ج ٢ ص ٢٤٨ .

تہذیب الاحکام ۷، ۳۰۹، ۳۰۹

ومن فجر بغلام فاوقبه لم تحل له اخته ولا امه ولا ابنته ابدا۔

جس شخص نے کسی لڑکے سے لواطت کی اس شخص کے لیے اس لڑکے کی بہن، ماں اور بیٹی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

اسی تہذیب میں ہے صـ۳۱۰

عن ابی عبد الله علیه السلام فی رجل لعب بغلام هل تحل له قال ان کان ثقب ینه فلا۔

امام جعفر سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ ایک لڑکے سے لواطت کی تو کیا اس کی ماں اس لوطی کے لیے حلال ہوگی فرمایا جب اس نے دخول کیا تو اس کی ماں اس پر حرام ہوگئی۔

لواطت سے انسان کا وہ پہلو متاثر ہوا جو گھریلو زندگی سے تعلق رکھتا ہے رہی اس کی قانونی اور شخصی حیثیت تو اس کے متعلق ان احکام میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ کوئی گناہ کا کام ہے یا جرم لائق تعزیر ہے البتہ فقہ جعفریہ میں دوسرے مقامات پر لواطت کی حیثیت بتائی گئی ہے فرق الشیعہ صـ۹۳ ابو محمد الحسن بن موسیٰ نوبختی کی تصنیف ہے اس کی تعریف نور اللہ شوستری شہید ثالث نے اپنی کتاب مجالس المومنین ۱، ۲۶۷ پر خوب کی ہے اس فرق الشیعہ میں ہے۔

وقالوا باباحة المحارم من الفروج والغلمان داعتلوا فی ذالك بقول الله تعالیٰ عز وجل اویز وجهم ذکرانا وانا ثا

مراد یہ ہے کہ لڑکوں سے وطی حلال ہے اور دلیل قرآن میں ہے یا نکاح کرتا ہے لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ" اویزجہم ذکرانا وانا ثا کی تفسیر

﴿ ١٢٨٥ ﴾ ٤٣ — روى ذلك محمد بن الحسن الصفار عن ابراهيم بن هاشم عن علي بن اسباط عن موسى بن سعدان عن بعض رجاله قال : كنت عند ابي عبد الله عليه السلام فأتاه رجل فقال له : جعلت فداك ما ترى في شابين كانا مصطحبين فولد لهذا غلام وللآخر جارية أيحل أن يتزوج ابن هذا ابنة هذا ؟ قال : فقال: نعم سبحان الله لم لا يحل له ؟! فقال له: انه كان صديقاً له ، قال فقال: وسبحان الله وان كان فلا بأس ، قال : انه كان يكون بينهما ما يكون بين الشباب؟ قال : لا بأس فقال : انه كان يفعل به قال : فاعرض بوجهه ثم اجابه وهو مستتر بذراعه فقال : ان كان الذي كان منه دون الايقاب فلا بأس أن يتزوج ، وان كان قد اوقب فلا يحل له ان يتزوج .

﴿ ١٢٨٦ ﴾ ٤٤ — محمد بن أحمد بن يحيي عن يعقوب بن يزيد عن ابن ابي عمير عن رجل عن ابي عبدالله عليه السلام في الرجل يعبث بالغلام قال : إذا اوقب حرمت عليه اخته وابنته .

﴿ ١٢٨٧ ﴾ ٤٥ — علي بن الحسن بن فضال عن محمد بن اسماعيل عن حماد بن عيسى عن ابراهيم بن عمر عن ابي عبد الله عليه السلام في رجل لعب بغلام هل تحل له أمه ؟ قال : ان كان ثقب فيه فلا .

قال الشيخ رحمه الله : ﴿ من قذف امرأته بالزنى وهي خرساء او صماء فرق بينهما ولم تحل له ابداً ﴾ .

﴿ ١٢٨٨ ﴾ ٤٦ — روى ذلك الحسن بن محبوب عن هشام بن سالم عن ابي بصير قال : سئل ابو عبد الله عليه السلام عن رجل قذف امرأته بالزنى وهي خرساء أو صماء لا تسمع ما قال فقال : ان كان لها بينة تشهد لها عند الامام جلده الحد وفرق

* – ١٢٨٥ – ١٢٨٦ – ١٢٨٧ – الكافي ج ٢ ص ٣٢

ومتى اعطاها المهر ولم يدخل بها رجع عليها بذلك .

﴿ ١٢٨٢ ﴾ ٤٠ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن محمد بن ابي عمير عن ابان بن عثمان وابي المعزا عن ابي بصير قال: سألته عن رجل يتزوج امرأة في عدتها ويعطيها المهر ثم يفرق بينهما قبل ان يدخل بها قال : يرجع عليها بما اعطاها .

ومتى دخل بها وجاءت بولد لأقل من ستة اشهر كان لاحقاً بالزوج الاول ، وان كان لستة اشهر أوما زاد عليه كان لاحقاً بالاخير

﴿ ١٢٨٣ ﴾ ٤١ — روى ذلك محمد بن أحمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي بن حديد عن جميل عن بعض اصحابه عن إحدهما عليهما السلام في المرأة تزوج في عدتها قال : يفرق بينهما وتعتد عدة واحدة منهما جميعاً، وأن جاءت بولد لستة اشهر أو اكثر فهو للاخير ، وأن جاءت بولد لأقل من ستة اشهر فهو للاول .

ومتى تزوجت المرأة في عدتها بجهالة ثم قذفها زوجها بالزنى بما فعلته وجب عليه حد القاذف ،وان كانت عالمة بذلك لم يجب عليه شيء، ووجب عليها الحد حد الزاني.

﴿ ١٢٨٤ ﴾ ٤٢ — روى محمد بن أحمد بن يحيى عن العباس والهيثم عن الحسن بن محبوب عن ابن رئاب عن علي بن بشير النبال قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن رجل تزوج امرأة في عدتها ولم يعلم وكانت هي قد علمت انه بقي من عدتها وانه قذفها بعد علمه بذلك فقال : ان كانت علمت ان الذي صنعت محرم عليها فقدمت على ذلك فان عليها الحد حد الزاني ، ولا ارى على زوجها حين قذفها شيئاً ، وان فعلت ذلك بجهالة منها ثم قذفها بالزنى ضرب قاذفها الحد وفرق بينهما وتعتد ما بقي من عدتها الاولى وتعتد بعد ذلك عدة كاملة .

قال الشيخ رحمه الله : ﴿ ومن فجر بغلام فأوقبه لم تحل له اخته ولا امه ولا ابنته ابداً ﴾ .

مولى بنى اسد من أهل الكوفة قالت ان (موسى بن جعفر) لم يمت ولم يحبس وانه حى غائب وانه القائم المهدى فى وقت غيبته استخلف على الامر (محمد ابن بشير) وجعله وصيه وأعطاه خاتمه وعلمه جميع ما يحتاج اليه رعيته وفوض اليه اموره وأقامه مقام نفسه فمحمد بن بشير الإمام بعده وان محمد ابن بشير لما توفى أوصى الى ابنه (سميع بن محمد بن بشير) فهو الإمام ومن اوصى اليه (سميع) فهو الامام المفترض الطاعة على الامة الى وقت خروج موسى وظهوره فما يلزم الناس من حقوقه فى اموالهم وغير ذلك مما يتقربون به الى الله عز وجل فالفرض عليهم اداؤه الى هؤلاء الى قيام القائم وزعموا ان على بن موسى ومن ادعى الإمامة من ولد موسى بعده فغير طيب الولادة ونفوهم عن أنسابهم وكفروهم فى دعواهم الإمامة وكفروا القائلين بامامتهم واستحلوا دماءهم وأموالهم وزعموا ان الفرض من الله عليهم إقامة الصلوات الخمس وصوم شهر رمضان وانكروا الزكاة والحج وسائر الفرائض وقالوا بإباحة المحارم من الفروج والغلمان ، واعتلوا فى ذلك بقول الله عز وجل « أو يزوجهم ذكرانا واناثاً » (٤٢ : ٥٠) وقالوا بالتناسخ وان الأئمة عندهم واحد إنما هم منتقلون من بدن الى بدن ، والمؤاساة بينهم واجبة فى كل ما ملكوه من مال وكل شىء أوصى به رجل منهم فى سبيل الله فهـــو لسميع بن محمد وأوصيائه من بعده ، ومذاهبهم مذاهب الغالية المفوضة فى التفويض .

ـ اسوء قتلة بعد ان عذب بانواع العذاب :. انظر تفصيل عقائده فى رجال الكشى ص ٢٩٧ ـ ٣٠٠ وفى منهج المقال ص ٢٨٦ وفى غيرهما من كتب الرجال : وفى الفرق بين الفرق وغيره جعل البشرية اتباع بشر بن المعتمر الذى تقدم فراجع

جو فقہ جعفریہ کے نکتہ نگاہ سے کی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔
بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ فقہ جعفریہ میں لڑکوں سے نکاح کرنا گویا منشائے قرآنی کے عین مطابق ہے۔

(۱) تہذیب الاحکام ۷، ۴۱۵۔

سالت ابا الحسن الرضا علیہ السلام عن ایتان الرجل المرأة من خلفها فقال احلتها ایہ من کتاب اللہ عزوجل قول لوط بھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم وقد علم انھم لا یریدون الفرج

امام موسیٰ رضا سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا قرآن کی آیت نے اسے حلال قرار دیا ہے حضرت لوط نے فرمایا یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے پاکیزہ ہیں وہ جانتے تھے کہ قوم لوط عورتوں کے ساتھ قبل سے وطی کرنا نہیں چاہتی تھی یعنی وہ خلاف وضع فطرت کے عادی ہیں۔

(۲) تہذیب الاحکام ۷، ۴۱۴۔

عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یاتی المرأة فی دبرھا قال لا باس بہ از ارضیت

عبد اللہ بن یعفور کہتا ہے میں نے امام جعفر سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بارے میں پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں اگر عورت راضی ہو۔

تہذیب الاحکام ۷: ۴۶

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا اتی الرجل المرأة فی الدبر وھی صائمة لم ینقض صومھا ولیس علیھا غسل

علي بن يقطين وموسى بن عبد الملك عن رجل قال: سألت ابا الحسن الرضا عليه السلام عن اتيان الرجل المرأة من خلفها فقال: احلتها آية من كتاب الله عز وجل قول لوط: ﴿ هؤلاء بناتي هن اطهر لكم ﴾ (١) وقد علم انهم لا يريدون الفرج .

﴿ ١٦٦٠ ﴾ ٣٢ — وعنه عن معمر بن خلاد قال: قال ابو الحسن عليه السلام: أي شيء يقولون في اتيان النساء في اعجازهن ؟ قلت: انه بلغني ان اهل المدينة لا يرون به باساً فقال: ان اليهود كانت تقول إذا اتى الرجل المرأة في خلفها خرج الولد احول فأنزل الله عز وجل: ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ من خلف أو قدام خلافاً لقول اليهود ولم يعن في ادبارهن .

﴿ ١٦٦١ ﴾ ٣٣ — وعنه عن ابن فضال عن الحسن بن الجهم عن حماد ابن عثمان قال: سألت ابا عبدالله عليه السلام او اخبرني من سأله عن رجل يأتي المرأة في ذلك الموضع وفي البيت جماعة فقال لي: ورفع صوته قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من كلف مملوكه ما لا يطيق فليبعه ثم نظر في وجوه اهل البيت ثم اصغى إلي فقال: لا بأس به.

﴿ ١٦٦٢ ﴾ ٣٤ — وعنه عن معاوية بن حكيم عن أحمد بن محمد عن حماد ابن عثمان عن عبد الله بن ابي يعفور قال: سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الرجل يأتي المرأة في دبرها قال: لا بأس به .

﴿ ١٦٦٣ ﴾ ٣٥ — وعنه عن علي بن الحكم قال: سمعت صفوان يقول: قلت للرضا عليه السلام: ان رجلا من مواليك أمرني ان اسألك عن مسألة فهابك واستحيى منك أن يسألك قال: ما هي قال: قلت الرجل يأتي امرأته في دبرها ؟ قال:

* (١) سورة هود الآية: ٨٧
- ١٦٦٠ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٤
- ١٦٦١ - ١٦٦٢ - ١٦٦٣ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٣ واخرج الثالث الكليني في الكافي ج ٢ ص ٦٩

قلت : جعلت فداك لم لا يجامع المختضب ؟ قال : لأنه محتصر .

﴿ ١٦٥٥ ﴾ ٢٧ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن القاسم ابن محمد الجوهري عن اسحاق بن ابراهيم عن ابي أيوب عن أبي راشد عن أبيه قال : سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول : لا يجامع الرجل امرأته ولا جاريته وفي البيت صبي ، فان ذلك مما يورث الزنى .

﴿ ١٦٥٦ ﴾ ٢٨ — الحسين بن سعيد عن الحسن عن زرعة عن سماعة قال : سألته عن الرجل ينظر في فرج المرأة وهو يجامعها ؟ قال : لا بأس به إلا انه يورث العمى في الولد .

﴿ ١٦٥٧ ﴾ ٢٩ — أحمد بن محمد بن عيسى عن علي بن اسباط عن محمد ابن حمران عن عبد الله بن ابي يعفور قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الرجل يأتي المرأة في دبرها قال : لا بأس إذا رضيت ، قلت : فاين قول الله عز وجل : ﴿ فاتوهن من حيث أمركم الله ﴾ (١) ؟ قال : هذا في طلب الولد فاطلبوا الولد من حيث امركم الله ان الله تعالى يقول : ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ (٢) .

﴿ ١٦٥٨ ﴾ ٣٠ — الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن حفص بن سوقة عمن اخبره قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن رجل يأتي اهله من خلفها ؟ قال : هو احد المأتيين فيه الغسل .

﴿ ١٦٥٩ ﴾ ٣١ — أحمد بن عيسى عن موسى بن عبد الملك والحسين بن

(١) سورة البقرة الآية : ٢٢٢
(٢) سورة البقرة الآية : ٢٢٣
- ١٦٥٥ - الكافي ج ٢ ص ٥٨
- ١٦٥٧ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٢
- ١٦٥٨ - ١٦٥٩ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٣

﴿ ١٨٤٠ ﴾ ٤٨ — وعنه عن أحمد بن محمد عن الحسن عن الحسن اخيه عن ابيه علي بن يقطين عن ابي الحسن الماضي عليه السلام انه سئل عن المملوك أيحل له ان يطأ الامة من غير تزويج إذا احل له مولاه ؟ قال : لا يحل له .

﴿ ١٨٤١ ﴾ ٤٩ — وعنه عن معاوية بن حكيم عن معمر بن خلاد عن الرضا عليه السلام انه قال : أي شيء يقولون في اتيان النساء في اعجازهن ؟ فقلت له : بلغني ان اهل الكتاب لا يرون بذلك بأساً فقال : ان اليهود كانت تقول : إذا أتى الرجل المرأة من خلفها خرج الولد أحول فأنزل الله تعالى : ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ قال : من قُبل ومن دبر خلافاً لقول اليهود ولم يعن في ادبارهن .

وهذا الخبر قد قدمناه وليس فيه تناف لجواز ما قدمناه في هذه المسألة ، لأنه انما تضمن ان تأويل الآية على ما ذكر ، وليس فيه ان من فعل الفعل المخصوص فقد ارتكب محظوراً والذي يكشف عن جواز ذلك ايضاً مارواه :

﴿ ١٨٤٢ ﴾ ٥٠ — محمد بن أحمد بن يحيى عن ابي اسحق عن عثمان بن عيسى عن يونس بن عمار قال : قلت لأبي عبد الله عليه السلام : أو لأبي الحسن عليه السلام : اني ربما أتيت الجارية من خلفها يعني دبرها ونذرت فجعلت على نفسي ان عدتُ الى امرأة هكذا فعليّ صدقة درهم وقد ثقل ذلك علي قال : ليس عليك شيء وذلك لك .

﴿ ١٨٤٣ ﴾ ٥١ — وعنه عن أحمد بن محمد عن علي بن الحكم عن رجل عن ابي عبد الله عليه السلام قال : إذا أتى الرجل المرأة في الدبر وهي صائمة لم ينقض صومها وليس عليها غسل .

* - ١٨٤٠ - الاستبصار ج ٣ ص ١٣٧
- ١٨٤١ - ١٨٤٢ - الاستبصار ج٣ ص ٢٤٤ بتفاوت في الاول وقد تقدم الاول بسنده في ١٦٦٠

یعنی امام جعفر نے فرمایا کہ عورت روزے سے ہو (ظاہر ہے رمضان کی بات ہے) اور مرد اس کے ساتھ وطی الدبر کرے تو عورت کا نہ تو روزہ ٹوٹے گا نہ اس پر غسل واجب ہے۔

استبصار ۱ ۵۶۱

مسئل ابو عبد الله علیه السلام عن الرجل یصیب المراة فیما دون الفرج اعلیها غسل ان هو انزل ولم ینزل هی قال لیس علیها غسل وان لم ینزل هو فلیس علیه غسل

امام جعفر سے پوچھا گیا جو شخص عورت سے وطی الدبر کرے کیا اس عورت پر اس صورت میں غسل واجب ہے کہ مرد کو انزال ہوا عورت کو نہیں ہوا فرمایا عورت پر غسل نہیں اور مرد کو انزال نہ ہو تو مرد پر بھی غسل نہیں۔

حرمت مصاہرت

من لا یحضره الفقیه ۲۶۳،۳

ان الرجل اذا تزوج المراة فزنی قبل ان یدخل بها لم تحل له لانه زان ویفرق بینهما۔

ایک مرد نے عورت سے نکاح کیا مگر اس سے پیشتر اس سے زنا کر چکا تھا نکاح کے باوجود بھی وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہو گی ان دونوں میں تفریق کی جائے۔

گزشتہ اوراق میں یہ تو گزر چکا ہے کہ بیوی کی ماں بہن وغیرہ سے زنا کرنے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا آخر حرمت کی کوئی صورت تو ہونی ہی چاہیے فقہ کی خانہ پُری بھی تو ضروری ہے چنانچہ وہ صورت بھی بتا دی اگر کسی عورت سے زنا کیا ہے تو پھر

٥٦

بثوبه اباعبد الله عليه السلام عن الرجل يصيب ثوبه منيا ولم يعلم انه احتلم قال ليغسل ما وجد بثوبه وليتوضأ فلا ينافي
الخبرين الاولين لان الوجه في الجمع بينهما ان الثوب الذي لا يشاركه في استعماله غيره متى وجد عليه منيا وجب
عليه الغسل واعادة الصلوة ان كان قد صلى لجواز ان يكون قد نسي الاحتلام فاما ما يشاركه فيه غيره فلا يوجب
الغسل الا اذا تيقن الاحتلام باب الرجل يجامع المرأة فيما دون الفرج فينزل هو دونها اخبرني الحسين بن
سئلت ابا عبد الله عبيد الله عن احمد بن محمد بن يحيى عن ابيه عن محمد بن علي بن محبوب عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي قال سئل
ابو عبد الله عليه السلام عن الرجل يصيب المرأة فيما دون الفرج أعليها غسل ان هو انزل ولم تنزل هي قال
ليس عليها غسل وان لم ينزل هو فليس عليه غسل احمد بن محمد عن البرقي رفعه قال اذا اتى الرجل المرأة
في دبرها فلم ينزل فلا غسل عليهما وان انزل فعليه الغسل ولا غسل عليها محمد بن علي بن محبوب عن احمد بن
محمد عن الحسن بن محبوب عن العلاء بن رزين عن محمد بن مسلم قال قلت لابي جعفر عليه السلام كيف جعل
على المرأة اذا رأت في النوم ان الرجل يجامعها في فرجها الغسل ولم يجعل عليها الغسل اذا جامعها دون الفرج
في اليقظة فامنت قال لانها رأت في منامها ان الرجل يجامعها في فرجها فوجب عليها الغسل والآخر انما جامعها
دون الفرج فلم يجب عليها الغسل لانه لم يدخله ولو كان ادخله في اليقظة وجب عليها الغسل امنت او لم
فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن حفص بن سوقة عمن اخبره قال سألت اباعبد الله عليه
عن رجل السلام عن الرجل يأتي اهله من خلفها قال هو احد المأتيين فيه الغسل فلا ينافي الاخبار الاولة لان هذا
الخبر مرسل مقطوع مع انه خبر واحد وما هذا حكمه لا يعارض به الاخبار المسندة على انه يمكن ان يكون ورد
بعض مورد التقية لانه موافق لمذاهب العامة ولان الذمة برية من وجوب الغسل فلا يعلق عليها وجوب
الغسل الا بدليل يوجب العلم وهذا الخبر من اخبار الاحاد التي لا يوجب العلم ولا العمل فلا يجب العمل
باب الجنب يمس الدراهم عليها اسم الله تع اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن محمد بن
يحيى واحمد بن ادريس جميعا عن محمد بن احمد بن يحيى عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد المدائني عن مصدق
بن صدقة عن عمار بن موسى عن ابي عبد الله عليه السلام قال لا يمس الجنب درهما ولا دينارا عليه اسم الله تعالى
فاما ما رواه محمد بن علي بن محبوب عن محمد بن الحسين وعلي بن السندي عن صفوان بن يحيى عن اسحق
بن عمار عن ابي ابراهيم عليه السلام قال سألته عن الجنب والطامث يمسان بايديهما الدراهم البيض قال
لا باس فلا ينافي الخبر الاول لانه لا يمتنع ان يكون انما اجاز له اذا لم يكن عليها اسم الله تع وان كانت بيضا والذي
نهى عن مسها اذا كان عليها شيء من ذلك باب الجنب لا يمس المصحف اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد
بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن حماد عن حريز عمن اخبره عن ابي عبد

٣٧ — وروى طلحة بن زيد عن جعفر بن محمد عن أبيه عليه السلام قال : ١٢٥٢
قرأت في كتاب علي عليه السلام إن الرجل إذا تزوج المرأة فزنى قبل أن يدخل بها لم تحل له لأنه زان ويفرّق بينهما ويعطيها نصف المهر .

٣٨ — وفي رواية إسماعيل بن أبي زياد عن جعفر بن محمد عن أبيه عليهما السلام ١٢٥٣
قال قال علي عليه السلام في المرأة إذا زنت قبل أن يدخل بها زوجها قال : يفرق بينهما ولا صداق لها لأن الحدث من قبلها .

٣٩ — وفي رواية الحسن بن محبوب عن الفضل بن يونس قال : سألت ١٢٥٤
أبا الحسن موسى عليه السلام عن رجل تزوج امرأة فلم يدخل بها فزنت قال : يفرّق بينهما وتحدّ الحد ولا صداق لها .

٤٠ — وروى الحسن بن محبوب عن عبد الله بن سنان قال قلت لأبي عبد الله ١٢٥٥
عليه السلام : الرجل يصيب من أخت امرأته حراماً أيحرّم ذلك عليه امرأته ؟ فقال : إن الحرام لا يفسد الحلال والحلال يصلح به الحرام .

٤١ — وفي رواية موسى بن بكر عن زرارة بن أعين عن أبي جعفر عليه السلام ١٢٥٦
قال : سئل عن رجل كانت عنده امرأة فزنى بأمها أو بابنتها أو بأختها فقال : ما حرّم حرام قط حلالاً ، امرأته له حلال ، وقال : لا بأس إذا زنى رجل بامرأة أن يتزوّج بها بعد ، وضرب مَثل ذلك مثل رجل سرق من ثمر نخلة ثم اشتراها بعد ، ولا بأس أن يتزوجها بعد أمها وابنتها وأختها ، وإن كانت تحته المرأة

- ١٢٥٣ — التهذيب ج ٢ ص ٢٥٠ الكافي ج ٢ ص ٧٨ .
- ١٢٥٤ — التهذيب ج ٢ ص ٢٥٠ .
- ١٢٥٦ — الاستبصار ج ٣ ص ١٥٥ التهذيب ج ٢ ص ١٩٤ الكافي ج ٢ ص ٣٣ وفي الجميع ذيل حديث وهو قوله (وإن زنى رجل بامرأة الخ) .

اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی سینہ زوری سے کر ہی لے تو ان میں تفریق کر دی جائے۔

من لایحضرہ الفقیہ ۳ ۔ ۲۶۰

عن ابی جعفر علیہ السلام قال لا تنکح ابنۃ الاخ ولا ابنت الاخت علی عمتہا وخالتہا الا باذنہما وتنکح العمۃ والخالۃ علی ابنت الاخ وابنۃ الاخت بغیر اذنہما

امام باقر فرماتے ہیں بھتیجی کو پھوپھی پر نکاح میں لایا جائے اور بھانجی کو اس کی خالہ پر سوائے ان کی اجازت کے اور پھوپھی بھتیجی پر نکاح میں آسکتی ہے اسی طرح خالہ بھانجی بغیر ان کی اجازت کے نکاح میں آسکتی ہے۔

فروع کافی ۵ - ۴۲۵ پر امام باقر کا یہی فیصلہ درج ہے اسی طرح تہذیب الاحکام ۷، ۳۳۳ یہی فیصلہ ملتا ہے۔

ایک اور آسانی

تہذیب الاحکام ۷، ۲۴۲

(۱) عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ الرجل یحل لاخیہ جاریۃ قال نعم لا باس بہ لہ ما احل لہ منہا۔

میں نے امام باقر سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا جو اپنی لونڈی اپنے بھائی کے لیے حلال کر دیتا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں اس نے بھائی کے لیے جو چیز حلال کی وہ حلال ہو گی۔

عليه السلام عن المحرم يتزوّج ؟ قال : لا ولا يزوّج المحرم المحل

١٢٣٤ ١٩ — وفي خبر آخر : إن زوّج أو تزوّج فنكاحه باطل .

١٢٣٥ ٢٠ — وروى الحسن بن محبوب عن عبدالله بن سنان عن أبي عبدالله عليه السلام في الرجل تكون عنده الجارية يجرّدها وينظر إلى جسمها نظر شهوة هل تحل لأبيه ؟ وإن فعل أبوه هل تحل لابنه ؟ قال : إذا نظر اليها نظر شهوة ونظر منها إلى ما يحرم على غيره لم تحل لابنه وإن فعل ذلك الابن لم تحل للأب .

١٢٣٦ ٢١ — وروى الحسن بن محبوب عن علي بن رئاب عن أبي عبيدة الحذاء قال : سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول : لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا على أختها من الرضاعة ، قال وقال عليه السلام : إن علياً عليه السلام ذكر لرسول الله صلى الله عليه وآله ابنة حمزة فقال : أما علمت أنها ابنة أخي من الرضاعة ، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وحمزة قد رضعا من ابن امرأة .

١٢٣٧ ٢٢ — وروى الحسن بن محبوب عن مالك بن عطية عن أبي عبدالله عليه السلام قال : لا تتزوّج المرأة على خالتها وتزوّج الخالة على ابنة أختها .

١٢٣٨ ٢٣ — وفي رواية محمد بن مسلم عن أبي جعفر عليه السلام قال : لا تنكح ابنة الأخ ولا ابنة الأخت على عمتها ولا على خالتها إلا باذنهما ، وتنكح العمة والخالة على ابنة الأخ وابنة الأخت بغير إذنهما .

١٢٣٩ ٢٤ — وسأل عبدالله بن سنان أبا عبدالله عليه السلام عن الرجل يريد أن يتزوّج المرأة أينظر إلى شعرها ؟ قال : نعم إنما يريد أن يشتريها بأغلا الثمن .

— ١٢٣٥ — الاستبصار ج ٣ ص ٢٦٢ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٨ .
— ١٢٣٦ — الاستبصار ج ٣ ص ١٧٨ التهذيب ج ٢ ص ١٩٧ الكافي ج ٢ ص ١٣٥ وفي الأخير صدر الحديث فقط .
— ١٢٣٨ — الكافي ج ٢ ص ٣٥ بتفاوت يسير .
— ١٢٣٩ — التهذيب ج ٢ ص ٢٣٥ الكافي ج ٢ ص ١٦ بسند آخر .

ضريس بن عبد الملك قال : لا بأس بأن يحل الرجل جاريته لأخيه .

﴿ ١٠٥٤ ﴾ ٦ — وعنه عن جعفر بن محمد بن حكيم عن كرام بن عمرو عن محمد بن مسلم عن ابى جعفر عليه السلام قال : قلت له : الرجل يحل لأخيه فرج جاريته؟ قال : نعم لا بأس به له ما احل له منها .

﴿ ١٠٥٥ ﴾ ٧ — وعنه عن محمد بن عبدالله عن ابن ابى عمير عن هشام بن سالم عن محمد بن مضارب قال : قال لي أبو عبد الله عليه السلام : يامحمد خذ هذه الجارية تخدمك وتصيب منها فاذا خرجت فارددها الينا .

﴿ ١٠٥٦ ﴾ ٨ — محمد بن يعقوب عن عدة من أصحابنا عن سهل بن زياد ومحمد بن يحيي عن أحمد بن محمد وعلي بن ابراهيم عن أبيه جميعاً عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن ابى بصير قال: سألت ابا عبدالله عليه السلام عن امرأة احلت لابنها فرج جاريتها قال: هو له حلال ، قلت أفيحل له ثمنها ؟ قال : لا انما يحل له ما أحلت له.

﴿ ١٠٥٧ ﴾ ٩ — وعنه عن عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن أحمد ابن محمد بن ابي نصر عن عبد الكريم عن ابي عبد الله عليه السلام قال : قلت له : الرجل يحل لأخيه فرج جاريته ؟ قال : نعم له ما احل له منها .

﴿ ١٠٥٨ ﴾ ١٠ — وعنه عن محمد بن يحيي عن أحمد بن محمد عن محمد بن اسماعيل بن بزيع قال : سألت أبا الحسن عليه السلام عن امرأة احلت لي جاريتها فقال : ذلك لك ، قلت : فان كانت تمزح ؟ فقال : كيف لك بمافي قلبها ؟ ! فان علمت انها تمزح فلا

---

* - ١٠٥٤ - ١٠٥٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٣٦ الكافي ج ١ ص ٤٩
- ١٠٥٦ - ١٠٥٧ - ١٠٥٨ - الاستبصار ج ٣ ص ١٣٦ الكافي ج ٢ ص ٤٨ واخرج الثالث الصدوق في الفقيه ج ٣ ص ٢٨٩

(۲) عن ابی بصیر قال سئالت اباعبدالله علیه السلام عن امرأة احلت لابنها فرج جاریتها قال هو حلال له قلت افیحل له ثمنها قال لا انما یحل له ما احلت له

ایضــًا

مَیں نے امام جعفر سے پوچھا کیا ایک عورت اپنی لونڈی کو اپنے بیٹے کے لیے حلال کر سکتی ہے فرمایا وُہ اس کے لیے حلال ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر وُہ لڑکا لونڈی کو فروخت کر دے تو رقم اس کے لیے حلال ہو گی؟ فرمایا نہیں صرف وطی اس کے لیے حلال ہو گی۔

(۳) تہذیب الاحکام ۷، ۲۴۴

رجل اباعبد الله علیه السلام ونحن عنده عن عاریة الفرج فقال حرام ثم مکث قلیلا ثم قال لکن لاباس بان یحل الرجل جاریته لاخیه

امام جعفر سے پوچھا گیا کہ عاریۃ کسی سے وطی کی جاسکتی ہے فرمایا حرام ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی آدمی اپنی لونڈی کی شرمگاہ عاریۃً اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے

اِس سے بھی بڑی آسانی

۷، ۲۵۸ (۱) عن ابی بصیر قال سئل ابوعبد الله علیه السلام عن المتعة اهی من الاربع فقال لا ولا من السبعین

امام جعفر سے پوچھا گیا کیا متعہ کی تعداد چار میں شامل ہے فرمایا چار کیا ستّر سے بھی زیادہ کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے۔

عن الحسن عن الحسين اخيه عن أبيه علي بن يقطين عن ابى الحسن الماضي عليه السلام انه سئل عن المملوك يحل له ان يطأ الأمة من غير تزويج إذا احل له مولاه؟ قال: لا يحل له.

وينبغي ان يراعى في هذا الضرب من النكاح لفظة التحليل ولا يسوغ فيه لفظة العارية، يدل على ذلك ما رواه:

﴿ ١٠٦٣ ﴾ ١٥ — محمد بن يعقوب عن علي عن أبيه عن ابن ابي عمير قال: اخبرني قاسم بن عروة عن ابى العباس البقباق قال: سأل رجل اباعبدالله عليه السلام ونحن عنده عن عارية الفرج فقال: حرام، ثم مكث قليلا ثم قال: لكن لا بأس بأن يحل الرجل جاريته لأخيه.

ومتى جعل الرجل اخاه في حل من شيء من مملوكته مثل النظر أو الخدمة أو القبلة أو الملامسة فلا يحل له غير ما احل له، ومتى احل له فرجها حل له ما سواه، يدل على ذلك ما رواه:

﴿ ٢٠٦٤ ﴾ ١٦ — محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد وعلي بن ابراهيم عن أبيه جميعاً عن ابن محبوب عن جميل بن صالح عن الفضيل بن يسار قال: قلت لأبي عبد الله عليه السلام: جعلت فداك ان بعض اصحابنا قد روى عنك انك قلت إذا أحل الرجل لأخيه جاريته فهي له حلال؟ قال: نعم يا فضيل، قلت له: ما تقول في رجل عنده جارية نفيسة وهي بكر أحل لأخيه ما دون فرجها أله ان يقتضها قال: لا ليس له إلا ما احل له منها، ولو احل له قبلة منها لم يحل له سوى ذلك قلت: أرأيت ان احل له ما دون الفرج فغلبته الشهوة فاقتضها؟ قال: لا ينبغي له ذلك، قلت: فان فعل أيكون زانياً؟ قال: لا ولكن يكون خائناً ويغرم لصاحبها عشر قيمتها

* - ١٠٦٣ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٠ الكافي ج ٢ ص ٤٩
- ١٠٦٤ - الكافي ج ٢ ص ٤٨ الفقيه ج ٣ ص ٢٨٩

امرأة بغير اذنها؟ قال: لا بأس به.

﴿ ١١١٥ ﴾ ٤٠ — وعنه عن علي بن الحكم عن سيف بن عميرة عن داود ابن فرقد عن ابي عبد الله عليه السلام قال: سألته عن الرجل يتزوج بأمة بغير اذن مواليها؟ فقال: ان كانت لامرأة فنعم وان كانت لرجل فلا.

﴿ ١١١٦ ﴾ ٤١ — محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي بن الحكم عن سيف بن عميرة عن ابي عبد الله عليه السلام قال: لا بأس بان يتمتع الرجل بأمة المرأة، فاما أمة الرجل فلا يتمتع بها إلا بامره.

ولا بأس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لأنهن بمنزلة الاماء، وليس ذلك مثل نكاح الغبطة الذي لا يجوز فيه العقد على اكثر من اربع نساء.

﴿ ١١١٧ ﴾ ٤٢ — روى محمد بن يعقوب عن الحسين بن محمد عن أحمد ابن اسحاق الاشعري عن بكر بن محمد الازدي قال: سألت ابا الحسن عليه السلام عن المتعة أهي من الاربع؟ قال: لا.

﴿ ١١١٨ ﴾ ٤٣ — وعنه عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن زرارة بن اعين قال: قلت ما يحل من المتعة؟ قال: كم شئت.

﴿ ١١١٩ ﴾ ٤٤ — وعنه عن الحسين بن محمد عن معلى بن محمد عن الحسن بن علي عن حماد بن عثمان عن ابي بصير قال: سئل ابو عبد الله عليه السلام عن المتعة أهي من الاربع؟ فقال: لا ولا من السبعين.

﴿ ١١٢٠ ﴾ ٤٥ — وعنه عن الحسين بن محمد عن أحمد بن اسحاق عن

---

* - ١١١٤ - ١١١٥ - ١١١٦ - الاستبصار ج ٣ ص ٢١٩ واخرج الأخيرين الكليني في الكافي ج ٢ ص ٤٧

- ١١١٧ - ١١١٨ - ١١١٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧ الكافي ج ٢ ص ٤٣ واخرج الثالث الصدوق في الفقيه ج ٣ ص ٢٩٤

۲۵۹۰۰۷ (۲) عن زراره عن ابیه عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ذکر له المتعه اهی من الاربع قال تزوج منهن الفافانهن مستاجرات
امام جعفر سے پوچھا گیا کیا متعہ کی تعداد چار میں شامل ہے فرمایا چاہے ایک ہزار سے متعہ کر کیونکہ یہ تو اجرت کا معاملہ ہے۔
تہذیب الاحکام ۷ : ۲۶۳ ابوسعید احول سے روایت ہے۔
قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ادنی ما یتزوج به المتعه قال کف من بر
میں نے امام جعفر سے پوچھا متعہ کرنے والا کم از کم کتنی اجرت ادا کرے فرمایا ایک مٹھی بھر گندم کافی ہے۔
تہذیب الاحکام ۷ : ۲۶۷
سئالت اباعبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یتزوج علی عود واحد قال لاباس ولکن اذا فرغ فلیحول ولا ینظر
میں نے امام جعفر سے ایک مرد کے متعلق پوچھا جو جلانے کی ایک لکڑی کے عوض متعہ کرے فرمایا کوئی حرج نہیں لیکن جب فارغ ہو جائے تو منہ پھیر کر اس عورت کی طرف نہ دیکھے۔
اسلام میں نکاح کے لیے جانبین کا مسلمان ہونا شرط ہے اور فقہ اسلامی میں تمدنی تقاضوں کے پیش نظر کفو کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اس طرح انتخاب کا دائرہ لازماً محدود ہو جاتا ہے فقہ جعفریہ میں نکاح متعہ کے لیے تمام حدود ختم کر دی گئی ہیں تاکہ فقہ جعفریہ کے متوالوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہنے پائے۔
محمد بن سنان نے امام موسیٰ رضا سے پوچھا۔
سالته عن نکاح الیهودیه والنصرانیه فقال لاباس

سعدان بن مسلم عن عبيد بن زرارة عن أبيه عن ابي عبد الله عليه السلام قال : ذكر له المتعة أهي من الاربع ؟ قال : تزوج منهن ألفاً فانهن مستاجرات .

﴿ ١١٢١ ﴾ ٤٦ — محمد بن أحمد بن يحيى عن العباس بن معروف عن القاسم بن عروة عن عبد الحميد الطائي عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام في المتعة قال : ليست من الاربع لأنها لا تطلق ولا ترث ، وانما هي مستأجرة وقال: عدتها خمسة واربعون ليلة .

﴿ ١١٢٢ ﴾ ٤٧ — فاما الذي رواه الصفار عن معاوية بن حكيم عن علي ابن الحسن بن رباط عن عبدالله بن مسكان عن عمار الساباطي عن ابي عبدالله عليه السلام عن المتعة قال : هي احد الاربعة

﴿ ١١٢٣ ﴾ ٤٨ — وما رواه أحمد بن محمد بن ابي نصر عن ابي الحسن عليه السلام قال : سألته عن الرجل يكون عنده المرأة ايحل له ان يتزوج باختها متعة ؟ قال : لا قلت حكى زرارة عن ابي جعفر عليه السلام انما هي مثل الاماء يتزوج ما شاء قال : لا هي من الاربع .

فليس هذان الخبران منافيين لما قدمناه من الاخبار ، لأن هذين الخبرين انما وردا مورد الاحتياط دون الحظر ، والذي يكشف عما ذكرناه ما رواه :

﴿ ١١٢٤ ﴾ ٤٩ — أحمد بن محمد بن ابي نصر عن ابي الحسن الرضا عليه السلام قال : قال ابو جعفر عليه السلام : أجعلوهن من الاربع فقال له صفوان بن يحيى: على الاحتياط ؟ قال : نعم .

* - ١١٢٠ - ١١٢١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧ الكافي ج ٢ ص ٤٣ والثاني بدون الذيل فيه .
- ١١٢٢ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧
- ١١٢٣ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٨

مهر معلوم الى اجل معلوم .

والاحوط أن يشترط على المرأة جميع شرائط المتعة من ارتفاع الميراث والعزل ان اراد والعدة وغير ذلك ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٣٦ ﴾ ٦١ — محمد بن أحمد بن يحيي عن العباس بن معروف عن صفوان عن القاسم بن محمد عن جبير ابي سعيد المكفوف عن الأحول قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام قلت : ما ادنى ما يتزوج به الرجل المتعة ؟ قال : كف من بُر يقول لها زوجيني نفسك متعة على كتاب الله وسنة نبيه نكاحاً غير سفاح على ان لا ارثك ولا ترثيني ولا اطلب ولدك الى اجل مسمى فان بدالي زدتك وزدتيني .

﴿ ١١٣٧ ﴾ ٦٢ — محمد بن يعقوب عن علي ابن ابراهيم عن ابيه عن ابن ابي نصر عن ثعلبة قال : تقول اتزوجك متعة على كتاب الله وسنة نبيه نكاحاً غير سفاح على ان لا ترثيني ولا ارثك كذا وكذا يوماً بكذا وكذا وعلى أن عليك العدة .

﴿ ١١٣٨ ﴾ ٦٣ — وعنه عن محمد بن يحيي عن محمد بن الحسين وعدة من اصحابنا عن أحمد بن محمد عن عثمان بن عيسى عن سماعة عن ابي بصير قال : لابد ان تقول فيه هذه الشروط اتزوجك متعة كذا وكذا يوماً بكذا و كذا نكاحاً غير سفاح على كتاب الله وسنة نبيه على ان لا ترثيني ولا ارثك وعلى ان تعتدي خمسة واربعين يوماً ، وقال بعضهم : حيضة .

وشروط النكاح تكون بعد العقد لأن ما يكون قبل العقد لا اعتبار به وانما الاعتبار بما يحصل بعده فان قبلت الشرط الذي وقع قبل العقد مضى العقد والشرط وإلا فكان ما تقدم من الشروط باطلا والعقد غير صحيح ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٣٩ ﴾ ٦٤ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن محمد

* - ١١٣٧ - ١١٣٨ - الكافي ج ٢ ص ٤٤

قدمناه ان يكون يوماً أو ليلة بحسب ما يختاره .

وقد روي إذا شرط دفعة أو دفعتين فانه يصرف بوجهه عنها عند الفراغ منها .

﴿ ١١٤٩ ﴾ ٧٤ — روى ذلك محمد بن يعقوب عن عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن ابن فضال عن القاسم بن محمد عن رجل سماه قال: سألت اباعبدالله عليه السلام عن الرجل يتزوج المرأة على عود واحد قال : لا بأس ولكن إذا فرغ فليحول وجهه ولا ينظر .

ومتى تمتع بالمرأة شهراً غير معين كان العقد باطلا ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٥٠ ﴾ ٧٥ — أحمد بن محمد عن بعض رجاله عن عمر بن عبدالعزيز عن عيسى بن سليمان عن بكار بن كردم قال : قلت لأبي عبد الله عليه السلام : الرجل يلقى المرأة فيقول لها : زوجيني نفسك شهراً ولا يسمي الشهر بعينه ثم يمضي فيلقاها بعد سنين قال : فقال له : شهره ان كان سماه وان لم يكن سمى فلا سبيل له عليها .

ومتى عقد عليها متعة على مرة واحدة مبهماً كان العقد دائماً ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٥١ ﴾ ٧٦ — محمد بن أحمد بن يحيى عن محمد بن الحسين عن موسى ابن سعدان عن عبد الله بن القاسم عن هشام بن سالم الجواليقي قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : اتزوج المرأة متعة مرة مبهمة قال فقال : ذلك اشد عليك ترثها وترثك ولا يجوز لك أن تطلقها إلا على طهر وشاهدين ، قلت : اصلحك الله فكيف اتزوجها ؟ قال : اياماً معدودة بشيء مسمى مقدار ما تراضيتم به فاذا مضت ايامها كان طلاقها في شرطها ولا نفقة ولا عدة لها عليك ، قلت : ما اقول لها ؟ قال : تقول لها اتزوجك

---

* - ١١٤٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٥١ الكافي ج ٢ ص ٤٦
- ١١٥٠ - الكافي ج ٢ ص ٤٧ الفقيه ج ٣ ص ٢٩٧
- ١١٥١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٥٢

﴿ ١١٠٣ ﴾ ٢٨ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن الحسن بن علي ابن فضال عن بعض اصحابنا عن ابي عبدالله عليه السلام قال: لا بأس أن يتمتع الرجل باليهودية والنصرانية وعنده حرة .

﴿ ١١٠٤ ﴾ ٢٩ — وعنه عن محمد بن سنان عن ابان بن عثمان عن زرارة قال : سمعته يقول : لا بأس بان يتزوج اليهودية والنصرانية متعة وعنده امرأة .

﴿ ١١٠٥ ﴾ ٣٠ — وعنه عن اسماعيل بن سعد الاشعري قال : سألته عن الرجل يتمتع من اليهودية والنصرانية قال: لا ارى بذلك بأساً قال: قلت بالمجوسية؟ قال : واما المجوسية فلا .

قوله عليه السلام : واما المجوسية فلا. ورد مورد الكراهية، وعند التمكن من غيرها ، فاما في حال الاضطرار فليس به بأس روى ذلك :

﴿ ١١٠٦ ﴾ ٣١ — أحمد بن محمد بن عيسى عن محمد بن سنان عن الرضا عليه السلام قال : سألته عن نكاح اليهودية والنصرانية ؟ فقال : لا بأس فقلت : فمجوسية ؟ فقال : لا بأس به يعني متعة .

﴿ ١١٠٧ ﴾ ٣٢ — وعنه عن ابي عبدالله البرقي عن ابن سنان عن منصور الصيقل عن ابي عبد الله عليه السلام قال : لا بأس بالرجل أن يتمتع بالمجوسية .

﴿ ١١٠٨ ﴾ ٣٣ — وعنه عن البرقي عن فضيل بن عبد ربه عن حماد بن عيسى عن بعض اصحابنا عن ابي عبد الله عليه السلام مثله .

والتمتع بالمؤمنة افضل على كل حال روى ذلك :

﴿ ١١٠٩ ﴾ ٣٤ — أحمد بن محمد بن عيسى عن معاوية بن حكيم عن

---

* - ١١٠٢ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٦ الكافي ج ٢ ص ٤٦ الفقيه ج ٣ ص ٢٩٣
-١١٠٣-١١٠٤-١١٠٥-١١٠٦-١١٠٧-١١٠٨- الاستبصار ج ٣ ص ١٤٤

فقلت فمجوسیته فقال لاباس بہ یعنی متعۃ ۷، ۲۵۶
مَیں نے نصرانی اور یہودی عورت سے متعہ کرنے کے متعلق پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں پھر میں نے مجوسی عورت کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے زیادہ آزادی کی ایک اور صورت بتائی۔

تہذیب الاحکام ۷: ۲۵۳

(۱) متی اراد الرجل تزویج المتعہ فلیس علیہ التفتیش عنہا بل یصدقہا فی قولہا۔

جب آدمی متعہ کرنا چاہے تو عورت کے متعلق تفتیش نہ کرے، کون ہے کیسی ہے بلکہ جو کچھ وُہ کہے اسے سچ سمجھے۔

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت انی تزوجت امرأۃ متعۃ فوقع فی نفسی ان لہا زوجا ففتشت عن ذالک فوجدت لہا زوجا فقال (ای امام) .... ولم فتشت

راوی کہتا ہے مَیں نے امام جعفر سے عرض کیا مَیں نے ایک عورت سے متعہ کیا میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ شادی شدہ ہے مَیں نے اس سے پوچھا تو واقعی اس کا خاوند تھا۔ تو امام جعفر نے فرمایا کہ تو نے یہ تفتیش کیوں کی

نکاح کے معاملے میں صرف ایک پابندی

یوں تو نکاح کے معاملے میں انتخاب کے سلسلے میں فقہ جعفریہ میں بڑی وسعت نظر سے کام لیا گیا ہے۔ مگر ایک پہلو میں سخت پابندی لگا دی گئی ہے مثلاً

(۱) فروع کافی ۵: ۳۴۸، ۳۴۹ طبع تہران

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لایتزوج المؤمن الناصبۃ المعروفۃ بذالک

﴿ ١٠٨٩ ﴾ ١٤ — واما ما رواه أحمد بن محمد عن ابي الحسن عن بعض اصحابنا يرفعه الى ابي عبد الله عليه السلام قال: لا تتمتع بالمؤمنة فتذلها.

فهذا حديث مقطوع الاسناد شاذ، ويحتمل ان يكون المراد به إذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف فانه لا يجوز التمتع بها لما يلحق اهلها من العار ويلحقها هي من الذل ويكون ذلك مكروهاً دون ان يكون محظوراً.

وقد رويت رخصة في التمتع بالفاجرة إلا انه يمنعها من الفجور.

﴿ ١٠٩٠ ﴾ ١٥ — روى محمد بن أحمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي ابن حديد عن جميل عن زرارة قال: سأل عمار وانا عنده عن الرجل يتزوج الفاجرة متعة قال: لا بأس وان كان التزويج الآخر فليحصن بابه.

﴿ ١٠٩١ ﴾ ١٦ — عنه عن سعدان عن علي بن يقطين قال: قلت لأبي الحسن عليه السلام: نساء اهل المدينة قال: فواسق قلت: فأتزوج منهن؟ قال: نعم.

ومتى اراد الرجل تزويج المتعة فليس عليه التفتيش عنها بل يصدقها في قولها.

﴿ ١٠٩٢ ﴾ ١٧ — روى محمد بن أحمد بن يحيى عن علي بن السندي عن عثمان بن عيسى عن اسحاق بن عمار عن فضل مولى محمد بن راشد عن ابي عبد الله عليه السلام قال: قلت اني تزوجت امرأة متعة فوقع في نفسي أن لها زوجاً ففتشت عن ذلك فوجدت لها زوجاً قال: ولم فتشت؟!

﴿ ١٠٩٣ ﴾ ١٨ — وعنه عن أيوب بن نوح عن مهران بن محمد عن بعض اصحابنا عن ابي عبد الله عليه السلام قال: قيل له ان فلاناً تزوج امرأة متعة فقيل له ان لها زوجاً فسألها فقال ابو عبد الله عليه السلام: ولم سألها؟

﴿ ١٠٩٤ ﴾ ١٩ — وعنه عن الهيثم بن ابي مسروق النهدي عن أحمد بن

* - ١٠٨٩ - ١٠٩٠ - ١٠٩١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٣

٤٠ب

٢ ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن بعض أصحابه ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : شارب الخمر لايزوَّج إذا خطب .

٣ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن الحسن بن محبوب ، عن خالد بن جرير ، عن أبي الرَّبيع ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : من شرب الخمر بعد ما حرَّمها الله على لساني فليس بأهل أن يزوَّج إذا خطب .

﴿باب﴾

☆(مناكحة النصاب والشكاك)☆

١ ـ عدَّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن أحمد بن محمّد بن أبي نصر ، عن عبد الكريم بن عمرو ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : تزوَّجوا في الشكاك ولاتزوِّجوهم لأنَّ المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

٢ ـ أبوعليّ الأشعريُّ ، عن محمّد بن عبدالجبّار ، عن صفوان بن يحيى ، عن عبدالله بن مسكان ، عن يحيى الحلبيِّ ، عن عبدالحميد الطّائي ، عن زرارة بن أعين قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : أتزوَّج بمرجئة أو حروريّة ؟ قال : لا ، عليك بالبله من النساء ؛ قال زرارة : فقلت : والله ماهي إلّا مؤمنة أو كافرة فقال أبوعبدالله عليه السلام : وأين أهل ثنوى الله عزَّ وجلَّ(١) قول الله عزَّ وجلَّ أصدق من قولك : « إلّا المستضعفين من الرِّجال والنِّساء والولدان لايستطيعون حيلة ولايهتدون سبيلاً »(٢) .

٣ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن ابن محبوب ، عن جميل بن صالح ، عن فضيل ابن يسار ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : لايتزوَّج المؤمن النّاصبة المعروفة بذلك .

٤ ـ محمّد بن إسماعيل ، عن الفضل بن شاذان ، عن ابن أبي عمير ، عن ربعيٍّ ، عن الفضيل ابن يسار ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال له الفضيل : أتزوَّج النّاصبة ؟ قال : لا ولا كرامة ، قلت : جعلت فداك والله إنّي لأقول لك هذا ولو جاءني ببيت ملآن دراهم مافعلت .

(١) الثنوى ـ بفتح الثاء ، والثنيا ـ بالضم ـ اسم من الاستثناء و المراد ابن من استثناه الله عزوجل بقوله «إلا المستضعفين من الرجال والنساء» .
(٢) النساء : ١٠١ .

٥ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن موسى بن بكر ، عن زرارة بن أعين ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : تزوّجوا في الشكاك ولا تزوّجوهم فإنّ المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

٦ ـ أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن عليّ بن يعقوب ، عن مروان بن مسلم ، عن الحسين بن موسى الحنّاط ، عن الفضيل بن يسار قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : إنّ لامرأتي اُختاً عارفة على رأينا وليس على رأينا بالبصرة إلّا قليل فاُزوّجها ممّن لا يرى رأيها ؟ قال : لا ولا نعمة [ولا كرامة] إنّ الله عزّ وجلّ يقول : «فلا ترجعوهنّ إلى الكفّار لاهنّ حلّ لهم ولاهم يحلّون لهنّ»[1] .

٧ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن جميل بن درّاج ، عن زرارة قال : قلت لأبي جعفر عليه السلام : إنّي أخشى أن لا يحلّ لي أن أتزوّج من لم يكن على أمري فقال : ما يمنعك من البله من النّساء ؟ قلت : وما البله ؟ قال : هنّ المستضعفات من اللّاتي لا ينصبن ولا يعرفن ما أنتم عليه .

٨ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عبد الرّحمن بن أبي نجران ، عن عبدالله بن سنان قال : سألت أبا عبدالله عليه السلام عن النّاصب الّذي قد عرف نصبه وعداوته هل نزوّجه المؤمنة[2] وهو قادر على ردّه وهو لا يعلم بردّه ؟[3] قال : لا يزوّج المؤمن النّاصبة ولا يتزوّج النّاصب المؤمنة ولا يتزوّج المستضعف مؤمنة .

٩ ـ أحمد بن محمّد ، عن الحسن بن عليّ بن فضّال ، عن يونس بن يعقوب ، عن حمران ابن أعين قال : كان بعض أهله يريد التزويج فلم يجد امرأة مسلمة موافقة فذكرت ذلك لأبي عبدالله عليه السلام فقال : أين أنت من البله الّذين لا يعرفون شيئاً .

١٠ ـ الحسين بن محمّد ، عن معلّى بن محمّد ، عن حسن بن عليّ الوشّاء ، عن جميل ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : قلت له : أصلحك الله إنّي أخاف أن لا يحلّ لي أن أتزوّج ـ يعني ممّن لم يكن على أمره ـ قال : وما يمنعك من البله من النّساء ؟ وقال : هنّ

(١) الممتحنة : ١٠ .
(٢) في بعض النسخ على صيغة الغيبة اى هل يزوجه الولي ويحتمل أن يكون فاعله الضمير الراجع الى الموصول فيقرأ قد عرف على البناء للفاعل . (آت) (٣) اى لا يعلم بعدم ارتضاءه له

امام جعفر نے فرمایا کوئی مومن مرد کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرے جو سُنّی ہونے کی حیثیت سے جانی پہچانی ہو۔

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لہ الفضیل اتزوج الناصبۃ قال لا

فضیل نے امام جعفر سے کہا کیا میں سُنّی عورت سے نکاح کرلوں فرمایا نہیں

(۳) عن عبد اللہ بن مسنان قال سئالت اباعبد اللہ عن الناصب الذی قد عرف نصبہ وعداوتہ ھل تزوجہ المومنۃ وھو قادر علی ردہ وھو یعلو بردہ قال لا یتزوج المؤمن الناصبۃ یتزوج الناصب المومنۃ یتزوج المستضعف المومنۃ۔

عبداللہ بن سنان کہتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا جو مرد سُنّی ہونے میں مشہور ہوگیا وہ شیعہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے حالانکہ شیعہ عورت کے وارث رد کرنے پر قادر ہیں اور رد کا علم بھی ہے فرمایا کوئی شیعہ مرد سُنّی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اور نہ سُنّی مرد شیعہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور کمزور سُنّی بھی شیعہ عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔

(۴) ایضاً ص ۳۵۰

عن الفضیل بن یسار قال سألت اباعبد اللہ علیہ السلام عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل

فضیل کہتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ سُنّی مرد شیعہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے فرمایا نہیں خدا کی قسم شیعہ عورت سُنّی کے لیے حلال نہیں

المستضعفات اللاّتي لاينصبن ولايعرفن ما أنتم عليه .

١١ ـ حميد بن زياد ، عن الحسن بن محمّد ، عن غير واحد ، عن أبان بن عثمان ، عن الفضيل بن يسار قال : سألت أبا عبدالله عليه السلام عن نكاح النّاصب فقال : لا والله ما يحلّ ، قال فضيل : ثمّ سألته مرّة اُخرى فقلت : جعلت فداك ما تقول في نكاحهم ؟ قال : والمرأة عارفة ؟ قلت : عارفة ، قال : إنّ العارفة لاتوضع إلّا عند عارف .

١٢ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : قلت : ما تقول في مناكحة النّاس فإنّي قد بلغت ما ترى وما تزوّجت قطّ ؟ قال : وما يمنعك من ذلك ؟ قلت : ما يمنعني إلّا أنّني أخشى أن لايكون يحلّ لي مناكحتهم فما تأمرني ؟ قال : كيف تصنع وأنت شابّ أتصبر ؟ قلت : أتّخذ الجواري ، قال : فهات الآن فبم تستحلّ الجواري أخبرني ؟ فقلت : إنّ الأمة ليست بمنزلة الحرّة إن رابتني الأمة بشيء بعتها أو اعتزلتها ، قال : حدّثني فبم تستحلّها ؟ قال : فلم يكن عندي جواب ، قلت : جعلت فداك أخبرني ما ترى أتزوّج ؟ قال : ما اُبالي أن تفعل قال : قلت : أرأيت قولك : « ما اُبالي أن تفعل» فإنّ ذلك على وجهين تقول لست اُبالي أن تأثم أنت من غير أن آمرك فما تأمرني أفعل ذلك عن أمرك ؟ قال : فإنّ رسول الله صلّى الله عليه وآله قد تزوّج وكان من امرأة نوح وامرأة لوط ما قصّ الله عزّ وجلّ وقد قال الله تعالى : « ضرب الله مثلاً للّذين كفروا امرأة نوح وامرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما[1] » فقلت : إنّ رسول الله صلّى الله عليه وآله لست في ذلك مثل منزلته إنّما هي تحت يديه و هي مقرّة بحكمه مظهرة دينه ، أما و الله ما عنى بذلك إلّا في قول الله عزّ وجلّ : « فخانتاهما » ما عنى بذلك إلّا[2] وقد زوّج رسول الله صلّى الله عليه وآله فلاناً ، قلت : أصلحك الله فما تأمرني أنطلق فأتزوّج بأمرك فقال : إن كنت فاعلاً فعليك بالبلهاء من النّساء ، قلت : وما البلهاء ؟ قال : ذوات الخدور العفايف ، فقلت : من هو على دين سالم أبي حفص ، فقال : لا ، فقلت : من هو على دين ربيعة الرّأي ؟ قال : لا ولكن العواتق اللاّتي

(١) التحريم : ١١ .

(٢) المستثنى محذوف تقديره إلا الفاحشة والخيانة كما رواه المؤلف في المجلد الثاني من الكتاب ص٤٠٢ باب الضلال الحديث الثاني .

(۵) ایضاً صہ۳۵۱
عن عبد الله بن سنان عن ابی عبد الله علیه السلام قال ساله ابی وانا اسمع عن نکاح الیهودیة والنصرانیة فقال نکاح هما احب الی من نکاح الناصبة
عبداللہ بن سنان کے والد نے امام جعفر سے پوچھا وُہ کہتا ہے میں سُن رہا تھا کہ یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کیسا ہے فرمایا مجھے سُنی عورت کے مقابلے میں یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح زیادہ محبُوب ہے۔
روایت نمبر ۱، ۳، انہی الفاظ کے ساتھ ستبصار ۱۹۹۔۳ پر درج ہے
(۶) من لا یحضره الفقیه ۳۰ ۲۵۸ باب النکاح
لا ینبغی للرجل المسلم منکم ان یتزوج الناصبة ولا یتزوج ابنته ناصبیا ولا یطرحها عنده قال مصنف هذا الکتاب من نصب حربا لال محمد علیه السلام فلا نصیب لهم فی الاسلام فلذالك حرم نکاحهم
کسی مسلمان مرد کے لیے جائز نہیں کہ وُہ سُنی عورت سے نکاح کرے اور شیعہ مرد اپنی بیٹی کسی سُنّی مرد کو نہ دے اگر نکاح ہو چکا ہے تو سُنّی کے پاس مت رہنے دے جس شخص نے آل محمدؐ کی مخالفت کی (جیسا کہ سُنّی کرتے ہیں) اس کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں اس وجہ سے ان سے نکاح حرام ہے۔
(۷) تہذیب الاحکام ۷، ۳۰۲
قال الشیخ رحمه الله ولا یجوز نکاح الناصبة المظهرة

لاينصبن ولايعرفن ماتعرفون .[1]

١٣- أحمدبن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : كانت تحته امرأة من ثقيف ولهمنها ابن يقال له : إبراهيم فدخلت عليها مولاة لثقيف فقالت لها : من زوجك هذا ؟ قالت : محمّدبن عليّ قالت : فإنّ لذلك أصحاباً بالكوفة قوم يشتمون السّلف ويقولون ... قال : فخلّى سبيلها قال : فرأيته بعد ذلك قد استبان عليه و تضعضع من جسمه شيء قال : فقلت له : قد استبان عليك فراقها ، قال : وقد رأيت ذاك ؟ قال : قلت : نعم .

١٤- أحمدبن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : دخل رجل على عليّ بن الحسين عليهما السلام فقال : إنّ امرأتك الشّيبانيّة خارجيّة تشتم عليّاً عليه السلام فإن سرّك أن أسمعك منها ذاك أسمعتك ؟ قال : نعم قال : فإذا كان غداً حين تريد أن تخرج كما كنت تخرج فعد فاكمن[2] في جانب الدّار ، قال : فلمّا كان من الغد كمن في جانب الدّار فجاء الرّجل فكلّمها فتبيّن منها ذلك فخلّى سبيلها وكانت تعجبه .

١٥- عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن محمّد بن أبي عمير ، عن عبدالله بن سنان ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : سأله أبي وأنا أسمع عن نكاح اليهوديّة والنّصرانيّة فقال : نكاحهما أحبّ إليّ من نكاح النّاصبيّة ، وما أحبّ للرّجل المسلم أن يتزوّج اليهوديّة ولا النّصرانيّة مخافة أن يتهوّد ولده أو يتنصّر .

١٦- عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن عليّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام أنّه قال : تزوّج اليهوديّة و النّصرانيّة أفضل - أوقال : خير - من تزوّج النّاصب و النّاصبيّة .

(١) الظاهر أنه سالم بن ابى حفصة . وقال فى التنقيح : فى القسم الثانى من الخلاصة سالم بن ابى حفصة لعنه الصادق عليه السلام وكذبه وكفره انتهى . وفى القسم الثانى من رجال أبى داود سالم بن أبى حفصة من اصحاب الباقر زيدى بترى كان يكذب على ابى جعفر عليه السلام لعنه الصادق عليه السلام . وربيعة الرأى رجل عامى انتهى . و العواتق جمع عاتقة اى شابة .

(٢) كمن كمونا من باب قعد : توارى واستخفى . (المصباح)

١٢٢٣ ٨ — وروى الحسن بن محبوب عن العلا بن رزين عن محمد بن مسلم عن أبي جعفر عليه السلام قال : سألته عن الرجل المسلم يتزوّج المجوسية ؟ فقال : لا ولكن إن كانت له أمة مجوسية فلا بأس أن يطأها ويعزل عنها ولا يطلب ولدها

١٢٢٤ ٩ — وروى الحسن بن محبوب عن سليمان الحمّار عن أبي عبد الله عليه السلام قال : لا ينبغي للرجل المسلم منكم أن يتزوّج الناصبية ، ولا يزوج ابنته ناصباً ولا يطرحها عنده .

قال مصنف هذا الكتاب ـ رحمه الله ـ من نصب حرباً لآل محمد صلوات الله عليهم فلا نصيب له في الاسلام فلهذا حرم نكاحهم .

١٢٢٥ ١٠ — وقال النبي صلى الله عليه وآله : صنفان من أمتي لا نصيب لهم في الاسلام الناصب لأهل بيتي حرباً وغال في الدين مارق منه .

ومن استحل لعن أمير المؤمنين عليه السلام والخروج على المسلمين وقتلهم حرمت مناكحته لأن فيها الالقاء بالأيدي إلى التهلكة ، والجهال يتوهمون أن كل مخالف ناصب وليس كذلك .

١٢٢٦ ١١ — وروى صفوان عن زرارة عن أبي عبد الله عليه السلام قال : تزوّجوا في الشكاك ولا تزوجوهم لأن المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

١٢٢٧ ١٢ — وروى الحسن بن محبوب عن يونس بن يعقوب عن حمران بن أعين وكان بعض أهله يريد التزويج فلم يجد امرأة يرضاها فذكر ذلك لأبي عبد الله عليه السلام فقال : أين أنت من البلهاء واللواتي لا يعرفن شيئاً ؟ قلت إنا نقول : إن الناس على وجهين كافر ومؤمن فقال : فأين الذين خلطوا عملاً صالحاً وآخر سيئاً ؟!

ـ ١٢٢٣ ـ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٨ الكافي ج ٢ ص ١٤ بدون الذيل
ـ ١٢٢٦ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٨٤ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٠ الكافي ج ٢ ص ١١ .
ـ ١٢٢٧ ـ الكافي ج ٢ ص ١١ بدون قوله (قلت إنا نقول) الخ

ج ٨٢

عدتها فان اسلمت أو اسلم قبل انقضاء عدتها فهما على نكاحهما الاول ، وان هي لم تسلم حتى تنقضي العدة فقد بانت منه .

والذي يدل على انه متى كان بشرائط القسمة لا تبين منه وان انقضت عدتها ما رواه :

﴿ ١٢٥٩ ﴾ ١٧ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن أبيه عن ابن ابي عمير عن بعض اصحابه عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال : ان أهل الكتاب وجميع من له ذمة إذا اسلم احد الزوجين فهما على نكاحهما وليس له ان يخرجها من دار الاسلام الى غيرها ولا يبيت معها ولكنه يأتيها بالنهار ، واما المشركون مثل مشركي العرب وغيرهم فهم على نكاحهم الى انقضاء العدة فان اسلمت المراة ثم اسلم الرجل قبل انقضاء عدتها فهي امرأته ، وان لم يسلم إلا بعد انقضاء العدة فقد بانت منه ولا سبيل له عليها ، وكذلك جميع من لا ذمة له ، ولا ينبغي المسلم ان يتزوج يهودية ولا نصرانية وهو يجد حرة أو امة

قال الشيخ رحمه الله ولا يجوز نكاح الناصبية المظهرة لعداوة آل محمد عليهم السلام ولا بأس بنكاح المستضعفات منهن .

يدل على ذلك ما ثبت من كون هؤلاء كفاراً بادلة ليس هذا موضع شرحها ، وإذا ثبت كفرهم فلا يجوز مناكحتهم حسب ما قدمناه ، ويزيد ذلك بياناً ما رواه :

﴿ ١٢٦٠ ﴾ ١٨ — علي بن الحسن بن فضال عن الحسن بن محبوب عن جميل بن صالح عن الفضيل بن يسار عن ابي عبد الله عليه السلام قال : لا يتزوج المؤمن بالناصبية المعروفة بذلك .

﴿ ١٢٦١ ﴾ ١٩ — الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله

* - ١٢٥٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١٤

- ١٢٦٠ - ١٢٦١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١١

لعداوة آل محمد علیه السلام یدل علی ذلك ما ثبت
من کون هؤلاءِ کفارا بادلته لیس هذا موضع شرحها
واذا ثبت کفرهم فلا یجوز منا کحتهم
شیخ نے فرمایا کسی شیعہ مرد کا نکاح سُنی عورت سے جائز نہیں جس
سے عداوت آلِ محمدؐ ظاہر ہوتی ہے یہ بات اس پر دلالت کرتی
ہے جو ثابت ہو چکا ہے کہ سُنی کافر ہیں یہ ان دلائل کے بیان کرنے
کا موقع نہیں جو سنیوں کے کفر پر دال ہیں جب ان کا کفر ثابت ہے
تو ان سے نکاح حرام ہے۔

(۸) تہذیب الاحکام ۷، ۳۰۳

عن الفضیل بن یسار قال سالت اباجعفر علیه السلام
عن المرأة العارفة هل ازوجها ـ قال لا لان الناصب کافر
فضیل کہتا ہے میں نے امام باقر سے پوچھا کیا میں سُنی عورت سے
نکاح کرلوں ـ فرمایا بالکل نہیں کیوں کہ ناصبی کافر ہے ـ

(۹) تہذیب الاحکام ۷، ۳۰۳

عن ابی جعفر علیه السلام قال ذکر الناصب فقال لا تنا
کحهم ولا تاء کل ذبیحتهم ولا تکن معهم ـ
امام باقر کے سامنے ناصبی کا ذکر ہوا تو فرمایا ان سے نہ نکاح کرو
نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ نہ ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو ـ

(۱۰) اللمعة الدمشقیه ۵، ۲۳۴، ۳۵، ۳۶ ـ مسئله کفات
فهی معتبرة فی النکاح فلا یجوز للمسلمة مطلقا التزویج
بالکافر وهو موضع دقاق ولا یجوز للناصب التزویج

ابن سنان قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الناصب الذي عرف نصبه وعداوته هل يزوجه المؤمن وهو قادر على رده وهو لا يعلم برده قال : لا يتزوج المؤمن الناصبية ولا يتزوج الناصب مؤمنة ولا يتزوج المستضعف مؤمنة .

﴿ ١٢٦٢ ﴾ ٢٠ — محمد بن يعقوب عن عدة من اصحابنا عن أحمد بن محمد عن ابن فضال عن ابن بكير عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام قال : دخل رجل على علي بن الحسين عليهما السلام فقال : ان امرأتك الشيبانية خارجية تشتم علياً عليه السلام فان سرك أن أسمعك ذلك منها اسمعتك ؟ فقال : نعم قال : فاذا كان غداً حين تريد أن تخرج كما كنت تخرج فعد واكمن في جانب الدار قال : فلما كان من الغد كمن في جانب الدار وجاء الرجل فكلمها فتبين ذلك منها فخلى سبيلها وكانت تعجبه.

﴿ ١٢٦٣ ﴾ ٢١ — علي بن الحسن بن فضال عن محمد بن علي عن ابي جميلة عن سندي عن الفضيل بن يسار قال سألت ابا جعفر عليه السلام عن المرأة العارفه هل ازوجها الناصب ؟ قال : لا لأن الناصب كافر قال : فأزوجها الرجل غير الناصب ولا العارف ؟ فقال : غيره احب إلي منه .

﴿ ١٢٦٤ ﴾ ٢٢ — وعنه عن أحمد بن الحسن عن ابيه عن علي بن الحسن بن رباط عن ابن اذينة عن فضيل بن يسار عن ابي جعفر عليه السلام قال : ذكر الناصب فقال : لا تناكحهم ولا تأكل ذبيحتهم ولا تسكن معهم .

﴿ ١٢٦٥ ﴾ ٢٣ — فاما الذي رواه الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله بن سنان قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام بم يكون الرجل مسلماً يحل مناكحته وموارثته وبم يحرم دمه ؟ فقال : يحرم دمه بالاسلام إذا أظهر ويحل مناكحته وموارثته.

* - ١٢٦١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١٢
- ١٢٦٣ - ١٢٦٤ - ١٢٦٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٤

والحق المنع مطلقاً (١) ، ووجوب النفقة على السيد ، ولا تبين المرأة إلا بالطلاق .

(الرابعة عشر : الكفاءة) بالفتح والمد ، وهي تساوي الزوجين في الاسلام والايمان ، إلا أن يكون المؤمن هو الزوج ، والزوجة مسلمة من غير الفِرَق المحكوم بكفرها (٢) مطلقاً (٣) ، او كتابية في غير الدائم .

وقيل : يعتبر مع ذلك (٤) يسار الزوج بالنفقة قوة ، أو فعلا .

وقيل : يُكتفى بالاسلام . والاشهر الاول (٥) ، وكيف فُسّرت (٦) فهي (٧) (معتبرة في النكاح ، فلا يجوز للمسلمة) مطلقاً (٨) (التزويج بالكافر) وهو موضع وفاق .

(ولا يجوز للناصب التزويج بالمؤمنة) ، لأن الناصبي شر من اليهودي والنصراني على ما رُوي في أخبار (٩) اهل البيت عليهم السلام ، وكذا

(١) سواء كان العبد الآبق زوجاً لأمة سيده ام لغيره .

(٢) كالخوارج والنواصب والغلاة والمجسمة ومن خرج عن الاسلام بفعل أو قول ، اوغير ذلك .

(٣) سواء كان العقد دائماً أم متعة .

(٤) أي مع الكفاءة .

(٥) وهو اعتبار الايمان في الزوج اذا كانت الزوجة مؤمنة .

(٦) أي الكفاءة بأي نحو فسرت ، سواء قلنا ، بأنها عبارة عن تساوي الزوجين في الاسلام فقط أم في الاسلام والايمان ، مع اليسار أم بغيره .

(٧) أي الكفاءة .

(٨) مؤمنة كانت أم غيرها ، كان العقد دائماً أم متعة .

(٩) اليك نص الحديث :

عن عبد الله عن أبي يعفور عن أبي عبد الله عليه السلام قال : (واياك أن =

بالمومنة لان الناصبی شر من الیهودیّ والنصرانی علی
ماروی فی اخبار اهل البیت علیهم السلام وکذا العکس
ای وھو تزویج المومن بالناصبة سواء الدائم والمتعة
نکاح میں کفو معتبر ہے تو مسلمان عورت کے لیے کسی کافر مرد سے نکاح
کرنا مطلق حرام ہے اور یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے اسی طرح سنی مرد سے
شیعہ عورت کا نکاح حرام ہے کیوں کہ ناصبی یعنی سُنی یہودی اور
نصرانی سے بھی بُرا ہے جیسا کہ اہلِ بیت کی احادیث میں ہے
اسی طرح شیعہ مرد کا نکاح سُنی عورت سے بھی حرام ہے خواہ دائمی
ہو یا متعہ ہو۔

(۱۱) ایضاً ۵ : ۲۳۴

عن عبد الله بن یعفور عن ابی عبد الله علیه السلام قال
وایاك ان تغسل من غسالة الحمام وفیها تجتمع غسالة
الیهودی والنصرانی والمجوسی والناصب لنا اهل البیت
فهو شرهم فان الله تعالیٰ لم یخلق خلقا ایخس من
الکلب وان الناصب لنا اهل البیت لا نجس منه
عبداللہ بن یعفور امام جعفر سے بیان کرتا ہے کہ فرمایا حمام کے غسالہ
میں غسل نہ کرنا کہ اس میں یہودی، نصرانی مجوسی اور ناصبی یعنی سُنی
کا غسالہ جمع ہوتا ہے ان سب سے ناصبی زیادہ بُرا ہے اللہ تعالےٰ
نے کتّے سے نجس کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ مگر سُنی تو کتّے سے بھی
زیادہ پلید ہے۔
فروع کافی، کتاب الوسائل، جامع عباسی، الروضۃ البہیہ میں یہی فتاویٰ

العكس (١) سواء الدائم، او المتعة، (ويجوز للمسلم التزويج متعة واستدامة) للنكاح على تقدير اسلامه (٢)_(كما مر (٣) بالكافرة) الكتابية ومنها المجوسية، وكان عليه (٤) ان يقيدها، ولعله (٥) اكتفى بالتشبيه بما مر

(وهل يجوز للمؤمنة التزويج بالمخالف) من اي فرق الاسلام كان ولو من الشيعة غير الامامية (قولان) :

احدهما - وعليه المعظم - المنع، لقول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: « المؤمنون بعضهم اكفاء بعض (٦) » دلّ بمفهومه (٧) على أن غير المؤمن لا يكون كفوا المؤمنة، وقوله صلى الله عليه وآله وسلم: « اذا جاءكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الارض

= تغتسل من غسالة الحمام وفيها تجتمع غسالة اليهودي، والنصراني، والمجوسي، والناصب لنا أهل البيت فهو شرهم، فإن الله تبارك وتعالى لم يخلق خلقاً أنجس من الكلب، وأن الناصب لنا أهل البيت لأنجس منه) الوسائل، كتاب الطهارة الباب الحادي عشر من أبواب الماء المضاف والمستعمل، الحديث .

(١) وهو تزويج المؤمن بالناصبية .

(٢) قيد لاستدامة النكاح، بمعنى أن الزوج إذا كان كافراً ثم أسلم فلايبطل نكاحه .

(٣) في المسألة الحادية عشرة ص ٢٢٨ .

(٤) أي على المصنف رحمه الله أن يقيد الكافرة بالكتابية لعدم جواز التزويج بالكافرة مطلقاً في الدوام والمتعة .

(٥) أي المصنف رحمه الله اكتفى بما ذكره في المسألة الحادية عشرة ص ٢٢٨ .

(٦) الوسائل كتاب النكاح باب ٢٣ من أبواب مقدمات النكاح وآدابه الحديث ٢ .

(٧) أي بمفهوم اللقب .

٣٣ ب

وفساد كبير والمؤمن لا يرضى دين غيره (١) ، وقول الصادق عليه الصلاة والسلام : « إن العارفة لا توضع الا عند عارف (٢) » ، وفي معناها أخبار (٣) كثيرة واضحة الدلالة على المنع لو صح سندها ، وفي بعضها تعليل ذلك (٤) بأن المرأة تأخذ من ادب زوجها ويقهرها على دينه

والثاني الجواز على كراهية ، اختاره المفيد والمحقق ابن سعيد ، إما لأن الإيمان هو الاسلام ، أو لضعف الدليل الدال على اشتراط الايمان ، فإن الأخبار (٥) بين مرسل ، وضعيف ، ومجهول . ولا شك أن الاحتياط المطلوب في النكاح المترتب عليه مهام الدين مع تظافر الأخبار (٦) بالنهي وذهاب المعظم اليه حتى ادعى بعضهم الاجماع عليه يرجح القول الاول (٧) . واقتصار المصنف على حكاية القولين (٨) ،

---

(١) الوسائل كتاب النكاح باب ٢٨ من أبواب مقدمات النكاح وآدابه الحديث ١ . ٢ الوسائل كتاب النكاح

(٢) باب ١٠ من أبواب ما يحرم بالكفر ونحوه الحديث ٥ .

(٣) الوسائل كتاب النكاح باب ١١ من أبواب ما يحرم بالكفر ونحوه الحديث ٢ - ٦ - ١١ وغيرها من الأحاديث

(٤) أي علل المنع من تزويج المؤمنة بالمخالف

(٥) المشار اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

(٦) المشار اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

(٧) وهو عدم جواز تزويج المؤمنة بالمخالف .

(٨) وهما : القول بالمنع . والقول بالجواز . أي اقتصار المصنف رحمه الله على هذين القولين يشعر بما نبهنا عليه وهو (الاحتياط المطلوب في النكاح) وتعدد الأخبار الكثيرة على ذلك . وقد أشير اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

ومن دعوى الاجماع على نهي تزويج المؤمنة بالمخالف وإن لم يثبت الاجماع

درج ہیں۔

ان تمام روایات سے اور فتاویٰ کا خلاصہ یہ ہے شیعہ مرد کا سُنی عورت کے ساتھ اور شیعہ عورت کا سُنی مرد کے ساتھ نکاح حرام ہے یہ کسی طرح ہم کفو نہیں ہو سکتے۔ اور سُنی بدترین مخلوق ہے یہ فقہ جعفریہ کا اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے۔

اس ساری بحث میں جس گروہ کو بغض و عداوت کا نشانہ بنایا گیا ہے اس کے لیے ناصبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس لیے اس لفظ کے اس مفہوم کی تعین ضروری ہے جو فقہ جعفریہ میں کی گئی ہے۔

انوارالنعمانیہ ۱: ۱۸۵

ولعلك نقول ان مخالفينا يزعمون انهم لا يبغضون عليا وهذا زعم باطل وقد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان علامة بغض على تقديم غيره عليه وتفضيله عليه

شاید تم کہو کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں کہ وُہ حضرت علی کو بُرا نہیں جانتے یہ خیال باطل ہے کیوں کہ نبیِ کریمؐ نے حضرت علی سے بغض کی علامت یہ بتائی ہے کہ حضرت علی پر کسی کو فضیلت دی جاتے اور ان سے کسی کو مقدم سمجھا جاتے (خلافت میں)

استبصار ۱: ۱۰

عن الصادق عليه السلام انه ليس الناصب من نصب لنا اهل البيت فانه لا تجد ولا يقول انا ابغض محمد وآل محمد ولكن الناصب من نصب لكم وهو يعلم انكم تولونا وانتم شيعتنا۔

امام جعفر فرماتے ہیں ناصبی وُہ نہیں جو ہم اہلِ بیت کی مخالفت کرے

[illegible]

في استعمال سور الحائض والجنب

١٠

باب استعمال فضل وضوء الحائض والجنب وسؤرهما

اخبرني احمد بن عبدون عن علي بن محمد بن الزبير عن علي بن الحسن بن فضال عن ايوب بن نوح عن محمد بن ابي حمزة عن علي بن يقطين عن ابي الحسن عليه السلام في الرجل يتوضأ بفضل الحائض قال اذا كانت مأمونة فلا بأس وبهذا الاسناد عن علي بن الحسن عن عبد الرحمن بن ابي نجران عن صفوان بن يحيى عن عيص بن القسم قال سألت اباعبد الله عليه السلام عن سور الحائض قال لا توضأ منه وتوضأ من سؤر الجنب اذا كانت مأمونة وتغسل يديها قبل ان تدخلها الاناء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله يغتسل هو وعايشة في اناء واحد ويغتسلان جميعا فاما ما رواه علي بن الحسن عن ايوب بن نوح عن صفوان بن يحيى عن منصور بن حازم عن عنبسة بن مصعب عن ابي عبد الله عليه السلام قال سؤر الحائض يشرب منه ولا يتوضأ وعنه عن معاوية بن حكيم عن عبد الله بن المغيرة عن الحسن بن ابي العلا عن ابي عبد الله عليه السلام في الحائض قال يشرب من سؤرها ولا يتوضأ منه عنه عن علي بن اسباط عن عمه يعقوب بن سالم الاحمر عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته هل يتوضأ من فضل وضوء الحائض قال لا فالوجه في هذه الاخبار ما فصل في الاخبار الاولة وهو انه اذا لم تكن المرأة مأمونة فانه لا يجوز التوضي بسؤرها ويجوز ان يكون المراد بها ضرب من الاستحباب والذي يدل على ذلك ما اخبرني به احمد بن عبدون عن علي بن محمد بن الزبير عن علي بن الحسن بن فضال عن العباس بن عامر عن حجاج الخشاب عن ابي هلال قال قال ابو عبد الله عليه السلام المرأة الطامث اشرب من فضل شرابها ولا احب ان اتوضأ منه

باب استعمال اسآر الكفار

اخبرني الشيخ رحمه الله قال اخبرني جعفر بن محمد بن قولويه عن محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن عبد الله بن المغيرة عن سعيد الاعرج قال سألت اباعبد الله عليه السلام عن سؤر اليهودي والنصراني فقال لا وبهذا الاسناد عن محمد بن يعقوب عن احمد بن ادريس عن محمد بن احمد بن يحيى عن ايوب بن نوح عن الوشاء عمن ذكره عن ابي عبد الله عليه السلام انه كره سؤر ولد الزنا واليهودي والنصراني والمشرك وكل من خالف الاسلام وكان اشد ذلك عنده سؤر الناصب فاما ما رواه سعد بن عبد الله عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد المدايني عن مصدق بن صدقة عن عمار بن موسى الساباطي عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته عن الرجل هل يتوضأ من كوز او اناء غيره اذا شرب فيه على انه يهودي فقال نعم فقلت من ذلك الماء الذي يشرب منه قال نعم فالوجه في هذا الخبر ان نحمله على

کیونکہ ایسا آدمی کوئی نہیں ملے گا جو کہے میں محمدؐ اور آلِ محمدؐ سے بغض رکھتا ہوں بلکہ ناصبی وہ ہے جو تمہاری مخالفت کرے یہ جانتے ہوئے کہ تم ہمیں دوست رکھتے ہو اور ہمارے شیعہ ہو۔

حق الیقین صـ ۶۸۸ ملا مجلسی بیان کرتا ہے۔

"ابن ادریس نے کتاب سرائر میں کتاب مسائل محمد بن علی بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے کے اس سے زیادہ محتاج ہیں کہ حضرت امیرالمومنین پر ابوبکر وعمر کو مقدم جانے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد رکھے حضرت نے جواب میں فرمایا۔ سو جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے وہ ناصبی ہے۔"

حکومتِ وقت کو اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے برہنگی، عریانی اور بے حیائی کو روکنے کے لیے احکام نافذ کرنے پڑتے ہیں انگریز کے قانون میں بھی گونا گون ایسی دفعات موجود ہیں جن کی رُو سے عریانی اور فحاشی کو قابلِ مواخذہ جرم قرار دیا گیا ہے لیکن فقہ جعفریہ کی رُو سے ایسی حرکات پر مواخذہ ممکن ہی نہیں میں اس سلسلے میں چند روایات پیش کرتا ہوں ان کی تشریح قاری پر چھوڑتا ہوں۔

بابِ سترِ عورت

یہ امر بنیادی انسانی اخلاق میں داخل ہے کہ انسان کے جسم کے بعض حصے ایسے ہیں کہ انہیں ہر حال میں دوسروں سے مستور رکھنا چاہیے بشرطیکہ انسان ترقی معکوس کرتے کرتے اس منزل پر پہنچ جائے جہاں جانوروں کی مماثلت پیدا کر کے اپنے لیے لبس لباسِ عریانی ہی کافی سمجھے بلکہ نیوڈ کلب بنا کر اسے ایک تنظیم اور تہذیب کا معراج سمجھنے لگے۔

پھر تمام مذاہب میں عبادات کے سلسلہ میں جسم کے کچھ حصے پوشیدہ رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے جسے فقہ کی اصطلاح میں سترِ عورت کہتے ہیں اسلام میں مردوں کے لیے وُہ حدود اور ہیں اور عورتوں کے لیے اور بہرحال دونوں میں کافی پابندی اور تکلف کو دخل ہے اس کے برعکس فقہ جعفری میں اس سلسلے میں اتنی آسانیاں ہیں کہ مغربی تہذیب جہاں تک بھی چاہے ترقی کر جائے وہاں نہیں پہنچ سکتی۔

(۱) فروغ کافی ۱، ۲، ۵۰۰، ۵۰۳ طبع جدید طہران

عن ابی الحسن علیہ السلام قال العورة عوانان القبل والدبر فاما الدبر مستور بالالیتین ما دم استرت القضیب والبیضتین استرت العورة وفی روایت اخریٰ واما الدبر فقد سترته الالیستان واما القبل فاسترہ بیدك۔

امام ابوالحسن فرماتے ہیں ڈھانپنے کے لائق صرف دو حصہ جسم ہیں قبل

٢٢ ـ عدّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن محمّد بن عيسى ، عن إسماعيل بن
.. عن عثمان بن عفّان السدوسي ، عن بشير النبّال قال : سألت أبا جعفر عليه السلام عن
الحمّام فقال : تريد الحمّام ؟ فقلت : نعم قال : فأمر باسخان الحمّام ثمّ دخل فاتّزر بازار
غطّى ركبتيه وسرّته ثمّ أمر صاحب الحمّام فطلى ما كان خارجاً من الإزار ثمّ قال :
اخرج عنّي ثمّ طلى هو ما تحته بيده ثمّ قال : هكذا فافعل .

٢٣ ـ سهل رفعه قال : قال أبو عبدالله عليه السلام : لا يدخل الرّجل مع ابنه الحمّام
فينظر إلى عورته .

٢٤ ـ عليٌّ بن محمّد بن بندار ، عن إبراهيم بن إسحاق ، عن يوسف بن السخت رفعه
.. قال أبوعبدالله عليه السلام : لاتتّك في الحمّام فإنّه يذيب شحم الكليتين ، ولاتسرّح في
الحمّام فإنّه يرقّق الشعر ، ولا تغسل رأسك بالطين فانّه يذهب بالغيرة ، ولا تتدلّك
بالخزف فإنّه يورث البرص ، ولا تمسح وجهك بالإزار فإنّه يذهب بماء الوجه .

٢٥ ـ عليٌّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن عليّ بن أسباط ، عن أبي الحسن الرضا عليه السلام
.. قال رسول الله صلى الله عليه وآله : لا تغسلوا رؤوسكم بطين مصر فإنّه يذهب بالغيرة و يورث
الدياثة .

٢٦ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، عن أبي يحيى الواسطيّ ، عن بعض
أصحابنا ، عن أبي الحسن الماضي عليه السلام قال : العورة عورتان القبل و الدبر ، فأمّا الدبر
مستور بالأليتين فاذا سترت القضيب والبيضتين فقد سترت العورة .
وقال في رواية اُخرى : و أمّا الدّبر فقد سترته الأليتان و أمّا القبل فاستره
بيدك .

٢٧ ـ عليٌّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن غير واحد ، عن أبي عبدالله
عليه السلام قال : النظر إلى عورة من ليس بمسلم مثل نظرك إلى عورة الحمار[1]

٢٨ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن أبان بن عثمان ،

(١) يظهر من المؤلف وابن بابويه ـ رحمهما الله ـ القول بمدلول الخبر ويظهر من الشهيد و
سائر عدم الخلاف في التحريم . (آت)

اور دبر یعنی دُبر تو سرین کے درمیان خود قدرتی ڈھکی ہوئی ہے۔ اس لیے جب تم نے قبل (آلۂ تناسل اور خصیتین) کو ڈھانپ لیا تو ستر عورت کرلیا دوسری روایت ہیں کہ دبر کو سرین نے ڈھانپ رکھا ہے رہ گیا قبل تو اس کو ہاتھ سے ڈھانپ لے۔

فروع کافی ۶ ، ۵۰۲ - ۵۰۳

ان اباجعفر علیه السلام کان یقول من کان یومن باللّٰه والیوم الاخر والیوم الاخر الا بمئزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما اطبقت النوره علی بدنه القی المئزر فقال له مولی له بابی انت لتوصینا بالمئزر ولزومه وقد القیته فقال اما علمت ان النورة قد اطبقت العورة

امام باقر فرمایا کرتے تھے جو شخص اللّٰہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ حمام میں کپڑا باندھے بغیر داخل نہ ہو راوی کہتا ہے کہ ایک روز آپ حمام میں داخل ہوئے اپنے بدن پر چونا لگایا جب سارے بدن پر مل لیا تو چادر کمر سے اتار کر پھینک دی غلام نے کہا قربان جاؤں آپ ہمیں تاکید فرماتے تھے حمام میں کپڑا باندھے بغیر نہ داخل ہو آپ نے اپنی چادر ہی اتار پھینکی فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شرم گاہ کو چونا نے چھپالیا۔ ستر عورت تو ہوگیا اب چادر کے تکلف کی کیا ضرورت باقی رہ گئی۔

من لایحضرہ الفقیہ ۱ ، ۶۵ طبع جدید تہران میں تفصیل دی ہے کہ امام جعفر حمام میں چونہ کا طلا کرتے تھے اسی طرح امام باقر کا فعل درج ہے کہ حمام میں بدن پر چونا کا طلا کرتے تھے جب عضو مخصوص پر طلا کرلیتے تو غلام کو بلا لیتے ایک دن اس نے کہا

٢٢ — وقال بعضهم : خرج الصادق عليه السلام من الحمام فلبس وتعمم ، قال : فما تركت العمامة عند خروجي من الحمام في الشتاء والصيف . ٢٤٦

٢٣ — وقال موسى بن جعفر عليه السلام : الحمام يوم ويوم لا يكثر اللحم وإدمانه كل يوم يذهب شحم الكليتين . ٢٤٧

٢٤ — وكان الصادق عليه السلام يطلي في الحمام فاذا بلغ موضع العورة قال للذي يطلي : تنح ، ثم يطلي هو ذلك الموضع . ٢٤٨

ومن أطلى فلا بأس أن يلقي الستر عنه لأن النورة ستر .

٢٥ — ودخل الصادق عليه السلام الحمام ، فقال له صاحب الحمام نخليه لك ؟ فقال : لا إن المؤمن خفيف المؤونة . ٢٤٩

٢٦ — وروي عن عبيدالله المرافقي (١) قال : دخلت حماماً بالمدينة فاذا شيخ كبير وهو قيم الحمام ، فقلت له : يا شيخ لمن هذا الحمام ؟ فقال : لأبي جعفر محمد ابن علي (ع) ، فقلت : أ كان يدخله ؟ قال : نعم ، فقلت : كيف كان يصنع ؟ قال : كان يدخل فيبدأ فيطلي عانته وما يليها ثم يلف إزاره على أطراف إحليله ويدعوني فاطلي ساير جسده ، فقلت له يوماً من الأيام : الذي تكره أن أراه قد رأيته ، قال : كلا إن النورة سترة . ٢٥٠

٢٧ — وقال عبد الرحمن بن مسلم المعروف بسعدان : كنت في الحمام في البيت الأوسط فدخل أبو الحسن موسى بن جعفر عليه السلام وعليه إزار فوق النورة ، ٢٥١

---

(١) نسخة في المطبوعة (الواقفي)

* ٢٤٦ — الكافي ج ٢ ص ٢١٩ .

— ٢٤٧ — ٢٤٨ — الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .

— ٢٤٩ — الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ .

— ٢٥٠ — الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .

— ٢٥١ — التهذيب ج ١ ص ١٠٦ .

عن ابن أبي يعفور قال ، سألت أباعبدالله عليه السلام أيتجرّد الرجل عند صبّ الماء ترى عو أو يصبّ عليه الماء أويرى هوعورة الناس ؟ فقال : كان أبي يكره ذلك من كلّ أحد .

٢٩ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن رفاعة ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدخل حليلته الحمّام[٢] .

٣٠ ـ عدّةٌ من أصحابنا ، عن أحمد بن محمّد بن خالد ، عن عثمان بن عيسى ، عن سماعة ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يرسل حليلته إلى الحمّام .

٣١ ـ عنه ، عن إسماعيل بن مهران ، عن محمّد بن أبي حمزة ، عن عليّ بن يقطين قال : قلت لأبي الحسن عليه السلام : أقرء القرآن في الحمّام وأنكح ؟ قال : لا بأس .

٣٢ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن حمّاد بن عيسى ، عن ربعيّ بن عبدالله ، عن محمّد بن مسلم قال : سألت أبا جعفر عليه السلام أكان أمير المؤمنين عليه السلام ينهى عن قراءة القرآن في الحمّام ؟ قال : لا إنّما نهى أن يقرء الرجل وهو عريان فأمّا إذا كان عليه إزار فلا بأس .

٣٣ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن حمّاد ، عن الحلبيّ ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : لا بأس للرجل أن يقرء القرآن في الحمّام إذا كان يريد به وجه الله ولا يريد ينظر كيف صوته .

٣٤ ـ بعض أصحابنا ، عن ابن جمهور ، عن محمّد بن القاسم ، عن ابن أبي يعفور ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : [قال :] لا تضطجع في الحمّام فإنّه يذيب شحم الكليتين .

٣٥ ـ محمّد بن يحيى ، عن محمّد بن أحمد ، عن عمر بن عليّ بن عمر بن يزيد ، عن محمّد بن عمر ، عن بعض من حدّثه أنّ أبا جعفر عليه السلام كان يقول : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدخل الحمّام إلّا بمئزر ، قال : فدخل ذات يوم الحمّام فتنوّر فلمّا ...

---

(١) حمل على الحرمة . (آت) .

(٢) حمل على ما اذا لم تدع اليه الضرورة كما في البلاد الحارة او على ما اذا ... الحمامات للتنزه والتفرج او على ما اذا كانت الرجال والنساء يدخلون الحمام معاً ... تناوب (آت) .

أطبقت النورة على بدنه ألقى المئزر فقال له مولى له : بأبي أنت واُمّي إنّك لتوصينا بالمئزر ولزومه وقد ألقيته عن نفسك ؟ فقال : أما علمت أنّ النورة قد أطبقت العورة[(1)]

٣٦ ـ الحسين بن محمّد ، عن معلّى بن محمّد ، عن أحمد بن محمّد بن عبدالله ، عن محمّد بن جعفر ، عن بعض رجاله ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : لا يدخل الرجل مع ابنه الحمّام فينظر إلى عورته ، وقال : ليس للوالدين أن ينظرا إلى عورة الولد وليس للولد أن ينظر إلى عورة الوالد ؛ وقال : لعن رسول الله صلى الله عليه وآله الناظر والمنظور إليه في الحمّام بلا مئزر .

٣٧ ـ الحسين بن محمّد ، عن أحمد بن إسحاق ، عن سعدان ، عن أبي بصير قال : دخل أبو عبدالله عليه السلام الحمّام فقال له صاحب الحمّام : اُخلّيه لك ؟ فقال : لا حاجة لي في ذلك المؤمن أخفّ من ذلك[(2)]

٣٨ ـ الحسين بن محمّد ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن عليّ بن محمّد بن سعد ، عن محمّد بن سالم عن موسى بن عبدالله بن موسى قال : حدّثنا محمّد بن عليّ بن جعفر ، عن أبي الحسن الرضا عليه السلام قال : من أخذ من الحمّام خزفة فحكّ بها جسده فأصابه البرص فلا يلومنّ إلّا نفسه ومن اغتسل من الماء الّذي قد اغتسل فيه فأصابه الجذام فلا يلومنّ إلّا نفسه .

قال محمّد بن عليّ : فقلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّ أهل المدينة يقولون : إنّ فيه شفاء من العين فقال : كذبوا يغتسل فيه الجنب من الحرام والزاني والناصب الّذي هو شرّهما وكلّ خلق من خلق الله ثمّ يكون فيه شفاء من العين إنّما شفاء العين قراءة الحمد والمعوّذتين وآية الكرسي والبخور بالقسط والمرّ واللّبان[(3)] .

---

(١) السند مجهول ويدل على عدم وجوب ستر حجم العورتين .

(٢) أي مؤونة المؤمن أخف من ذلك .

(٣) القسط ـ بالضم ـ : عود من عقاقير البحر يتداوى به وفي القاموس عود هندي وعربي مدر نافع لكبد جداً والمغص . والمرّ : صمغ شجرة تكون ببلاد المغرب . واللبان ـ بالضم ـ : الكندر .

فقلت له یعه ما من الایام الذی تکرہ ان اراہ قد را یته قال کلا ان النورۃ سترۃ

ایک دن میں نے کہا جن اندام کا دیکھنا میرے لیے جائز نہیں وُہ تو میں دیکھ لیتا ہوں تو امام نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیوں کہ چونا ستر عورت ہے

(۱) فروع کافی ۶ : ۵۰۱ طبع جدید تہران

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ غیر مسلم کی شرم گاہ کو دیکھنا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرم گاہ کو دیکھنا۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ۱ : ۶۳ طبع جدید تہران

عن الصادق علیہ السلام انه قال انما کرہ النظر الی عورۃ المسلم واما النظر الی عورہ من لیس بمسلم مثل النظر الی عورۃ الحمار۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ مسلم کا ستر عورت دیکھنا مکروہ ہے جو غیر مسلم ہے یعنی غیر شیعہ ہے اس کی شرم گاہ دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے گدھے کی شرم گاہ دیکھنا۔

٩ — وسأل محمد بن مسلم أبا جعفر عليه السلام فقال : أكان أمير المؤمنين ٢٣٣
عليه السلام ينهى عن قراءة القرآن في الحمام ؟ فقال : لا إنما نهى أن يقرأ الرجل
وهو عريان ، فاذا كان عليه أزار فلا بأس .

١٠ — وقال علي بن يقطين لموسى بن جعفر عليه السلام : أقرأ في الحمام وأنكح ٢٣٤
فيه ؟ قال : لا بأس .

ويجب على الرجل أن يغض بصره ويستر فرجه من أن ينظر اليه .

١١ — وسئل الصادق عليه السلام عن قول الله عزوجل : « قل للمؤمنين يغضوا ٢٣٥
من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم » ، فقال : كلما كان في كتاب الله
من ذكر حفظ الفرج فهو من الزنا إلا في هذا الموضع فانه للحفظ من أن ينظر اليه .

١٢ — وروي عن الصادق عليه السلام أنه قال : إنما كره النظر الى عورة المسلم ٢٣٦
فأما النظر الى عورة من ليس بمسلم مثل النظر الى عورة الحمار .

١٣ — وقال أمير المؤمنين عليه السلام : نعم البيت الحمام تذكر فيه النار ٢٣٧
ويذهب بالدرن .

١٤ — وقال عليه السلام : بئس البيت الحمام يهتك الستر ويذهب بالحياء . ٢٣٨

١٥ — وقال الصادق عليه السلام : بئس البيت الحمام يهتك الستر ويبدي العورة ٢٣٩
ونعم البيت الحمام يذكر حر النار .

ومن الآداب : أن لا يدخل الرجل ولده معه الحمام فينظر الى عورته .

١٦ — وقال رسول الله صلى الله عليه وآله : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر ٢٤٠

٥ — ٢٣٣ — ٢٣٤ — الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ وأخرج الأخير الشيخ في التهذيب ج ١ ص ١٠٦ .
— ٢٣٦ — الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ .
— ٢٣٧ — الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .
— ٢٤٠ — الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ بتفاوت يسير .

بابُ الحدود

سزا کے فلسفہ پر بحث کرتے ہُوئے ماہرین فن اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ سزا کا مقصد اذیت نہیں ہوتا بلکہ اصلاح ہوتا ہے پھر ہر اصلاح کے دو پہلو ہیں اول یہ کہ بلا واسطہ مجرم کی اصلاح ہوتی رہے اور بالواسطہ معاشرہ کی۔ دوم کہ اگر جرم ایسا سنگین ہو کہ مجرم کا وجود ہی سراپا جرم بن جائے تو معاشرہ کو مجرم کے وجود سے ہی پاک کر دیا جاتا ہے اور بالواسطہ یہ اقدام معاشرہ سے اس جرم کے استیصال کا ذریعہ بنتا ہے۔

شریعت اسلامی نے جرائم کی دو قسمیں تسلیم کی ہیں اوّل ایسے جرائم جن کی سزا خود خالق انسان نے مقرر کر دی ہے ایسی سزاؤں کو حدود کہتے ہیں اور خدا کی مقرر کی ہُوئی سزا میں کمی بیشی یا ترمیم کی اجازت کسی کو نہیں۔

دوم ایسے جرائم جن کی سزا حکومت تجویز کرتی ہے ایسی سزاؤں کو تعزیر کہتے ہیں۔

جہاں تک حدود کا تعلق ہے شریعتِ اسلامیہ میں زنا کی سزا سنگسار کرنا سو دُرے لگانا ہے اور چوری کی سزا قطع ید ہے۔ یہ سزائیں جہاں کتاب اللہ میں بیان ہوئیں وہاں نبی کریمؐ نے عملاً یہ سزائیں دے کر ایک مثالی معاشرہ کی بنیاد رکھی پھر خلافتِ راشدہ میں حضورؐ کے پیش کردہ نمونے پر عمل ہوتا رہا۔ پھر جہاں کہیں بھی صحیح معنوں میں اسلامی حکومت رہی ان حدود کی پابندی برابر ہوتی رہی۔

فقہ جعفریہ کے مطالعے سے اس کی ایک مخصوص خوبی کے لیے با آسانی واضح طور پر سامنے آتی ہے وُہ یہ کہ جہاں خدا کی مقرر کی ہُوئی سزا کو نہیں چھیڑا گیا وہاں جرم کے بارے

میں ایسی آسانیاں پیدا کر دی ہیں کہ جرم بھی ہوتا ہے مگر حد بھی جاری نہ ہو سکے اور جہاں جرم کو نہیں چھیڑا گیا وہاں سزا میں ایسی نرمی اختیار کی گئی ہے اور ایسی صورتیں پیدا کی گئی ہیں کہ سزا بھی ہلکی رہے۔

اب ہم ان دونوں خوبیوں یا خامیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

زنا کی حد

شریعت اسلامیہ میں زنا کی حد سنگسار کرنے یا سو دُرے لگانا ہے چنانچہ حضور اکرمؐ نے عملاً یہ حد نافذ کر کے اس جرم کے گھناؤنے پن اور معاشرہ کی اصلاح کی صورت بتا دی کہ ایسے شخص کا وجود انسانیت کے چہرے پر کلنک کا ٹیکہ ہے لہٰذا یہ زمین کی سطح پر متحرک نظر نہ آئے بلکہ نہایت ذلت سے زیر زمین دبا دیا جائے۔ دُوسری صورت میں ہر کوڑہ جو سرعام اس کے جسم پر پڑے گا معاشرے کے اندر سے اس جرم کے جراثیم کا قلع قمع کرتا جائے گا۔

فقہ جعفریہ میں اس سزا کو نہیں چھیڑا گیا مگر اس جرم کو جرم ہی نہیں رہنے دیا۔ مثلاً

(۱) باب النکاح میں فروع کافی ۵، ۳۸۷ کے حوالے سے بیاں ہو چکا ہے کہ جب اولاد مقصود نہ ہو تو نکاح کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ظاہر ہے زنا کاروں کو اولاد سے کہاں دلچسپی ہوتی ہے لہٰذا فقہ جعفریہ نے لائسنس دے دیا کہ جہاں ایک منچلا جوڑا جنسی بھوک مٹانا چاہے آپس میں ایجاب قبول کر لے نکاح ہو گیا۔

اب کوئی بتائے کہ جب یہ نکاح ہے تو زنا کسے کہیں گے جب کسی فعل پر زنا کا اطلاق نہیں ہو گا تو اس پر حد کیسے جاری ہو گی۔

(۲) اسی باب میں فروع کافی ۲، ۱۹۸ سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک عرب

عورت نے زنا کا اقرار کیا اور امیر المؤمنین عمر فاروق نے اس پر حد جاری کی یعنی اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا مگر فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا یہ تو نکاح ہے۔ ظاہر ہے کہ جس فعل کو عرف میں زنا کہا گیا اور جس فعل کی سزا شریعت اسلامیہ کے تحت خلیفہ راشد نے سنگسار کرنا مقرر فرمایا وہ فعل فقہ جعفریہ کے نزدیک نکاح ہے زنا نہیں۔

باب النکاح اور حرمتِ مصاہرت کے باب میں پیش کردہ حوالہ جات روایات اور احکام کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کی صورت میں زنا کی حد کا نفاذ کیونکر ممکن ہوگا۔

حدِ سرقہ

دُوسری صورت ہیں جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ فقہ جعفریہ میں جہاں جُرم کو نہیں چھیڑا گیا وہاں سزا کو ایسا پُرکشش بنایا گیا کہ ۔

ع خود بخود زنجیر کی جانب کھچا جاتا ہے دل

سرقہ کے جرم پر ذرا تفصیلی بحث کرتے ہیں ۔

قال تعالیٰ والسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا جَزَاءً
وبِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللہِ

چوری کرنے والا مرد یا عورت ان کے ہاتھ کاٹو یہ ان کے کیے کی سزا ہے

اِس آیت کے مجمل ہونے میں شیعہ سنی متفق ہیں ۔ اس لیے اپنے اجمال کے بیان میں رسول کریم کی طرف سے وضاحت کی محتاج ہے اجمال کئی طرح ہے ۔ مثلاً دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا بایاں پھر جو بھی کاٹا جائے کہاں سے کاٹا جائے کیوں کہ مقاطع تین ہیں رسغ ، مرفق ، کتف یہ جوڑ ہیں مفصل کہلاتے ہیں جب بھی انگلیاں جا کر ہتھیلی کے ساتھ ملتی ہیں اس کو مفصل نہیں بلکہ مشط کہتے ہیں ۔

اب یہ ثابت کرنا ہے کہ نبیؐ کریمؐ نے اس آیت کی قولی یا عملی تفسیر کیا فرمائی ہے اور خلفائے اربعہ کے زمانے میں اس آیت پر کیونکر عمل ہوتا رہا ۔ اس میں بھی قول و فعل رسول مقدم ہے اور معیارِ حق ہے اگر قول و فعل رسولؐ کے خلاف کسی کا قول پایا گیا تو وُہ قابلِ حجت نہیں ہو سکتا ۔ اگر کہیں اختلاف کا سُراغ ملے تو اس کی شرعی صُورت یہی

ہے کہ اوّل تو ان میں تطبیق پیدا کی جائے اگر نہ ہو تو تاویل کی جائے گی اگر اس کی بھی گنجائش نہیں تو فرمان رسول پر عمل ہو گا۔

اب اس اجمال کی تفصیل دی جاتی ہے۔

(۱) تبیین الحقائق صـ ۲۲۴ علامہ زیلعی

ان الید ذات مقاطع ثلاثة وھی ان الرسغ والمرفق والمنکب وکل فیھا یحتمل ان یکون مراد فزال الاحتمال ببیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امر بقطع الید الیمنی من الزند ولان مفصل الزند من الرسغ یتقن بہ لکونہ اقل فیؤخذ بہ لان العقوبات لا تبثت بالشبھة وفیما زاد علی الرسغ، مشتبھة فلا تثبت وانما کان مفصل الزند مرادا ببیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاتھ کاٹنے کی تین جگہیں ہیں، رسغ، مرفق اور منکب ان سب کا احتمال ہے مگر نبی کریمؐ کے بیان سے احتمال جاتا رہا کہ حضورؐ نے زند سے دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ زند کا مفصل یا جوڑ رسغ ہے یہی یقینی ہے کیونکہ مقاطع ثلاثہ میں سے کم سے کم مفصل یہی ہے دوسروں میں شبہ ہے اور عقوبات شبہ سے ثابت نہیں ہوتیں جو رسغ سے زائد ہے وہ شبہ میں ہے۔

(۲) تفسیر کنز العرفان ۲: ۳۴۸ شیخ مقداد

فان الایة مشتملة علی احکام کلھا مجملة تفتقر الی بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ تعالی تعبین للناس ما نزل الیھم

في الدنيا والآخرة ، وتوعدهم بالعذاب الأليم وأوجب عليهم الحد في الدنيا .

فائدة قد تقدم حديث قدامة لما شرب الخمر وقول علي عليه السلام لعمر: إن تاب أقم عليه الحد فلما أظهر لتوبة لم يدر عمر كيف يحده ، فقال لأمير المؤمنين عليه السلام أشر علي في حده فقال: حده ثمانين لأن شارب الخمر إذا شربها سكر و إذا سكر هذي ، و إذا هذي افترى قال الله تعالى «إن الذين يرمون المحصنات» إلى آخرها فدل ذلك على أن حد المسكر ثمانون ، و هذا ليس قياساً منه عليه السلام لأن مذهبه تحريم القياس ، بل بياناً للعلة كما سمعه عن النبي صلى الله عليه وآله ولذلك لما سكر الوليد فأراد عثمان بن عفان حده وكان رأيه في الحد أربعين فأشار إلى علي عليه السلام بضربه فضربه بدرة لها رأسان أربعين جلدة فكانت ثمانين .

القسم الثالث

☆ (حد السرقة) ☆

وفيه آيتان :

الاولى : وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (١) .

إعراب السارق والسارقة كما تقدم في الزاني والزانية من المذهبين «وجزاء» و «نكالا» منصوبان على المفعول له والنكال العذاب ولا شك أن الآية مشتملة على أحكام كلها مجملة تفتقر إلى بيان من النبي صلى الله عليه وآله لقوله تعالى «لتبين للناس ما نزل إليهم»(٢) وعندنا أن الأئمة عليهم السلام كذلك لما ثبت من كونهم حفظة للشرع بعده صلى الله عليه وآله .

١ ــ «السارق و السارقة» سواء قلنا إن اسم الجنس المعرف باللام للعموم

(١) المائدة : ٣٨ .

(٢) النحل : ٤٤ .

آیت تمام احکام پر مشتمل ہے مجمل طور پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی محتاج ہے کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ قرآن کی وضاحت کریں۔

(۳) تفسیر مجمع البیان ۳، ۱۹۱

وقال العلماء ان هذه الاية مجملة فی ایجاب القطع على السارق وبيان ذلك ما نموذ من السنة

علمائے شیعہ نے کہا کہ چور کا ہاتھ کاٹنے میں آیت مجمل ہے اس کی تفصیل سُنت سے ماخوذ ہے۔

قطع ید کی مثالیں۔

(۱) تاریخ سے ثابت ہے کہ قطع ید کا طریقہ حضورؐ کی بعثت سے قبل رائج تھا اسلام نے اس کو برقرار رکھا۔

واول من حكم بقطعه فی الجاهلية الوليد بن المغيره فامر الله بقطعه فی الاسلام فكان اول سارق قطعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی الاسلام من الرجال الخيار بن عدى بن نوفل بن عبد مناف ومن النساء مرة بنت سفيان عبد الاسد من نبی مخذوم وقطع ابوبكر اليمنى الذى سرق العقد وقطع عمر يد ابن قمرة اخی عبد الرحمان بن سمرة

زمانۂ جاہلیت میں جس نے سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا وُہ ولید بن مغیرہ تھا اسلام میں اللہ تعالےٰ نے قطع ید کا حکم فرمایا اسلام میں سب سے پہلے نبیؐ کریم نے مردوں میں سے خیار بن عدی کا ہاتھ

فتخالسا نفسيهما بنوافذ كنوافذ العبط التى لا ترقع (١)

. لانه الاصل ويجوز هذا ايضا فيما ليس من خلق الانسان كقولك للاثنين خليتما نساءكما وانت تريد امرأتين قال ويجوز التوحيد ايضا لو قلت فى الكلام السارق والسارقة فاقطعوا يمينهما جاز لان المعنى اليمين من كل واحد منهما قال الشاعر (كلوا فى بعض بطنكم تعيشوا) ويجوز فى الكلام ان تقول آتنى برأس شاتين وبرأسى شاة فمن قال برأس شاتين اراد الراس من كل شاة منهما ومن قال برأسى شاة اراد رأسى هذا الجنس قال الزجاج انما جمع ما كان فى الشىء منه واحد عند الاضافة الى الاثنين لان الاضافة تبين ان المراد بذلك الجمع التثنية لا الجمع وذلك انك اذا قلت شدمت بطونهما علم ان للاثنين بطنين فقط و اصل التثنية الجمع لانك اذا ثنيت الواحد فقد جمعت واحداً الى واحد وربما كان لفظ الجمع اخف من لفظ الاثنين فيختار لفظ الجمع ولا يشتبه ذلك بالتثنية عند الاضافة الى اثنين لانك اذا قلت قلوبهما فالتثنية فى هما قد اغنتك عن تثنية القلب قال وان ثنى ما كان فى الشىء منه واحد فذلك جائز عند جميع النحويين و انشد (ظهراهما مثل ظهور الترسين) (٢) فجاء باللغتين و هذا كما حكينا عن الفراء فى قول الهذلى فتخالسا نفسيهما البيت و قوله جزاء بما كسبا قال الزجاج انتصب جزاء بانه مفعول له وكذلك نكالا من الله وان شئت كانا منصوبين على المصدر الذى دل عليه فاقطعوا لان معنى فاقطعوا جازوهم ونكلوا بهم قال الازهرى تقديره لينكل غيره نكالا عن مثل فعله من نكل ينكل اذا جبن

(المعنى)

لما ذكر تعالى الحكم فيمن اخذ المال جهارا عقبه ببيان الحكم فيمن اخذ المال اسرارا فقال (والسارق و السارقة) والالف واللام للجنس فالمعنى كل من سرق رجلا كان او امرأة وبدأ بالسارق هنا لان الغالب وجود السرقة فى الرجال كما بدأ فى آية الزنا بالنساء فقال الزانية والزانى لان الغالب وجود ذلك فى النساء (فاقطعوا ايديهما) اى ايمانهما عن ابن عباس والحسن والسدى و عامة التابعين قال ابو على فى تخطى المسلمين الى قطع الرجل اليسرى بعد قطع اليد اليمنى و تركهم قطع اليد اليسرى دلالة على ان اليد اليسرى لم ترد بقوله فاقطعوا ايديهما الاترى انها لو اريدت بذلك لم يكونوا ليدعوا نص القرآن الى غيره وهذا يدل على ان جمع اليد فى هذه الآية على حد جمع القلب فى قوله فقد صغت قلوبكما و دلت قراءة عبد الله بن مسعود على ان المراد بالايدى الايمان قال العلماء ان هذه الآية مجملة فى ايجاب القطع على السارق و بيان ذلك مأخوذ من السنة واختلف فى القدر الذى يقطع به يد السارق فقال اصحابنا يقطع فى ربع دينار فصاعداً وهو مذهب الشافعى والاوزاعى و ابى ثور ورووا عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وآله انه قال لا تقطع يد السارق الا فى ربع دينار فصاعدا وذهب ابو حنيفة و اصحابه انه يقطع فى عشرة دراهم فصاعداً و احتجوا بما روى عن عطا عن ابن عباس أن ادنى ما يقطع فيه ثمن المجن قال وكان ثمن المجن على عهد رسول الله عشرة دراهم وذهب مالك انه يقطع فى ثلاثة دراهم فصاعداً و روى عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وآله قطع سارقا فى ثمن مجن ثلاثة دراهم و قال بعضهم لا تقطع الخمس الا فى خمسة دراهم و اختاره ابو على الجبائى وقال لانه بمنزلة من منع خمسة دراهم من الزكوة فى انه فاسق وقال بعضهم تقطع يد السارق فى القليل و الكثير و اليه ذهب الخوارج واحتجوا بعموم الآية وبما روى عن النبى صلى الله عليه وآله انه قال لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده وهذا الخبر قد طعن اصحاب الحديث فى سنده و ذكر ايضا فى تأويله ان المراد بالبيضة بيضة الحديد التى تغفـــــر

(١) فتخالسا اى خلس كل منهما نفس صاحبه والبيت لابى ذويب الهذلى من قصيدة له فى رثاء بنيه ومن هذه القصيدة قوله واذا المنية انشبت اظفارها والنوافذ الجروح النافذة والعبط جمع العبيط وهو الشق والمراد من الشقوق التى لا ترقع بطن شق بجيب و اطراف الكم و الذيول فانها لمصلحة الثوب ولا يرقع بعد الشق (٢) قبله ومهمهين قذفين مرتين وجبه جبتهما بالنعت لا بالنعتين اى وصف لى مرة واحدة شره المهمه بالترس فى عدم النبت والاعلام

کاٹنے کا حکم دیا۔ اور عورتوں میں مرہ بنت سفیان کا حضرت ابوبکر نے ہار چرانے والے چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمر نے ابن سمرہ کا ہاتھ کاٹا تھا۔

(۲) سنن الکبریٰ بیہقی ۸ ، ۲۷۱ کتاب السرقہ

عن رجاء بن حیوۃ عن عدی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید سارق من المفصل

رجاء عدی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم نے چور کا ہاتھ جوڑ سے کاٹا

(ii) عن ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر مثلہ یعنی قطع ید سارق من المفصل

جابر سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

(iii) عن عبد اللہ بن عمر وقال کان عمر بن الخطاب یقطع السارق من المفصل ۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت عمر بھی چور کا ہاتھ جوڑ سے کاٹا کرتے تھے

(vi) عن سلمہ عن تجیہ بن عدی ان علیا قطع اید یھم من المفصل وحسمھا فکانی انظر الی اید یھم ۔

عدی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے چوروں کے ہاتھ مفصل سے کاٹے اور ڈم لگایا گویا میں ان کے ہاتھوں کو دیکھ رہا ہوں۔

(۳) عن مغیرہ عن الشعبی ان علیا کان یقطع الرجل ویدع العقب تمد علیھا فکان علیا یفرق بین الید والرجل فیقطع الید من المفصل ویقطع الرجل من شطر القدم نحن نقول بقول غیرہ من اصحابۃ فی التسویۃ

بينهما وهو قول الكافه
مغیرہ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پاؤں کاٹتے تو اس کا عقب چھوڑ دیتے تھے کہ وُہ ایڑی ٹیک سکے۔ گویا حضرت علی ہاتھ اور پاؤں کاٹنے میں فرق کرتے۔ ہاتھ تو جوڑ سے کاٹتے اور پاؤں میں ایڑی چھوڑ دیتے اور ہمارا فتوےٰ دوسرے تمام صحابہ کے اتفاق عمل پر ہے یہی تمام دُنیا کے علما کا اجتماعی فتویٰ ہے۔
اگر یہ قول صحیح ہے تو حضرت علی کا عمل چونکہ فعل رسول کے خلاف ہے لہٰذا ترک کیا جاتے۔

(۴) بخاری معہ فتح الباری کتاب الحدود ۱۲ : ۷۹
وقطع علي من الكف ووقع فى بعض النسخ البخارى و قطع على الكف بدون علمة من۔

(۵) مغنی ابن قدامہ ۸ : ۲۵۹
لاخلاف بين اهل العلم ان السارق اول ما يقطع منه يده اليمنى من مفصل الكف وهو الكوع وقد روى عن ابى بكر الصديق وعمر رضى الله عنهما انهما قالا اذا سرق السارق فاقطعوا يمينه من الكوع ولا مخالف لهما من الصحابة ولان البطش بها اقوى فكانت البداية بها اردع ولانها آلة السرقة فناسب عقوبته باعدام آلتها وهو قول جماعة فقهاء الامصار من اهل الفقه والاثر من الصحابة والتابعين من بعدهم وهو قول ابى بكر وعمر رضى الله عنهما

علمأ میں چور کا پہلے دایاں ہاتھ جوڑ سے کاٹنے میں کوئی اختلاف نہیں جوڑ وہی جسے کورع کہتے ہیں صدیق ؓ و فاروق ؓ سے روایت آئی ہے کہ فرمایا جب چور چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ مفصل (گٹے) سے کاٹا جائے کوئی صحابی اس سے اختلاف نہیں رکھتا تھا۔ چیز چرانے میں ہاتھ کی قوت اور گرفت کام کرتی ہے یہ چوری کا آلہ ہے لہٰذا یہی مناسب ہے کہ ہاتھ کو کاٹا جائے کہ اس کے پاس چوری کا آلہ نہ رہے تمام فقہا کا اور صحابہ کا یہی فتویٰ ہے پھر تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی قول ہے اور یہی قول ابوبکر صدیق ؓ اور عمر فاروق ؓ کا بھی ہے۔

(۶) بخاری مع فتح الباری کتاب الحدود

وقطع علیؓ من الکف ووقع فی بعض النسخ البخاری وقطع علی الکف بدون کلمة "من"

اور حضرت علی نے چور کا ہاتھ کاٹا کف سے اور بعض نسخوں میں ہے کف پر اس میں "من" کا کلمہ نہیں ہے۔

لفظ 'علی' یا 'من' سے کوئی فرق نہیں پڑتا چونکہ (ید) کا لفظ انگلیوں کے پوروں سے لے کر بغل تک کے لیے بولا جاتا ہے اور مرفق یعنی کہنی تک بھی بولا جاتا ہے۔ اگر "من" مذکور ہوا تو معنی یہ ہوں گے کہ اس ہاتھ سے کاٹا جائے جو انگلیوں سے بغل تک ہے تو مراد اس مفصل تک کاٹنا ہوگا جسے رسغ کہتے ہیں۔

لفظ (من) حذف ہو تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے مفصل رسغ سے کاٹنا ثابت بعد صدیق ؓ و فاروق ؓ کا بھی یہی فعل ہے اور تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے اور تمام صحابہؓ میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا حضرت علیؓ بھی فعل رسول ؐ کے مخالف نہیں ہو سکتے اس پر پوری امت کا اجماع ہے جہاں کہیں بھی اسلامی فقہ رائج رہی اسی پر عمل ہوتا رہا

چنانچہ البدایہ والصنائع ۲ : ۸۸ پر بیان ہوا ہے۔

(۱) اما الموضع الذی یقطع من الید الیمنیٰ فھو مفصل الزند عند عامۃ العلماء

بہرحال دایاں ہاتھ کاٹنے کی جگہ مفصل زند ہے۔

(ii) و ا یصحیح قولنا ما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید السارق من مفصل الزند وکان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بیانا للمراد من الآیۃ الشریفۃ کانہ نص سبحانہ وتعالیٰ فاقطعوا ایدیھما من مفصل الزند وعلیہ عمل الامۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھذا

اہل السنت کا قول اس بنا پر صحیح ہے کہ حضورؐ نے چور کا ہاتھ مفصل زند سے کاٹا اور حضورؐ کا یہ فعل آیت کے مراد کا بیان ہے گویا اللہ تعالےٰ نے نص فرما دی کہ چور کا ہاتھ مفصل زند سے کاٹو اور حضورؐ کے عہد سے لے کر اب تک اسی پر عمل ہے۔

(۲) پھر تبیین الحائق ۲۲۴

ولنا ما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بقطع ید السارق من الرسغ

ہمارے حق میں روایت بھی موجود ہے۔ حضور نے چور کا ہاتھ رسغ سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔

ولان کل من قطع من الائمۃ من الرسغ فصار اجماعا فعلا فلایجوز خلافہ

اور تمام حکام وقت رسغ سے ہی ہاتھ کاٹتے رہے ہیں ان کا یہ فعل فعلی

اجماع ہے جس کی مخالفت جائز نہیں۔

(۳) فتح الباری ۱۲: ۸۰

وجاء عن علی انه قطع الید من الاصابع والرجل من مشط القدم اخرجه عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ وھو منقطع ورد بانه لا یسمی مقطوع الاصابع۔

حضرت علی سے مذکور ہے کہ انہوں نے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی تھیں اور پاؤں ایڑی چھوڑ کر یہ روایت مقطوع السند ہے۔

پھر یہ قول اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو لغت یا عرف کے لحاظ سے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۴) فتح الباری ۱۲: ۸۰

واما الاثر عن علی فوصله الدارقطنی من طریق حجیبة بن عدی ان علیا قطع من المفصل واخرج ابن ابی شیبة من مرسل رجاء بن حیوة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قطع من المفصل واورده ابو الشیخ فی کتاب حد السرقة من وجه اخر عن رجال عن عدی رفعه مثله ومن طریق وکیع عن سفیان عن ابی الزبیر عن جابر رفعه مثله قال کان عمر یقطع من مفصل

اور حضرت علیؓ کا فعل جسے دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا اور ابن ابی شیبہ نے رجاء بن حیات سے بیان کیا کہ نبی کریمؐ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا تھا اسی طرح وکیع سفیان سے وابی الزبیر وہ جابر سے بیان کر رہا ہے کہ حضورؐ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ سے جو روایت انگلیاں کاٹنے کی ہے وہ منقطع ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ سے انگلیاں کاٹنا ثابت نہیں۔

(۲) سنن الکبریٰ کی جو روایت گذر چکی ہے اور فتح الباری کی یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت علی نے مفصل سے ہاتھ کاٹا۔

(۳) لغت اور عرف میں اس شخص کو مقطوع الید نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں اور قرآن نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

صرف انگلیوں کو ہاتھ وہی کہے جس کو لغت اور عرف سے بیر ہو اور نبی کریمؐ اور صحابہ کرام کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھا ہو ورنہ بقائمی ہوش وحواس کوئی شخص صرف انگلیوں کو ہاتھ نہیں کہتا۔

(۵) فروع کافی کتاب الحدود ۷ ، ۲۲۲

عن الحلبي عن ابي عبد الله عليه السلام قال قلت له من اين يجب القطع فبسط اصابعه وقال من ههنا يعني من مفصل الكف

حلبی بیان کرتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا ہاتھ کہاں سے کاٹنا واجب ہے آپ نے انگلیاں کھول کر ہاتھ پھیلایا فرمایا اس جگہ سے مراد ہاتھ کا جوڑ ہے (اسی کو رسغ کہتے ہیں)

(۶) تہذیب الاحکام ۱۰ ، ۱۰۲

عن حماد عن الحلبي عن ابي عبد الله قال قلت له من اين يجب القطع فبسط اصابعه وقال من ههنا يعني من مفصل الكف

مفصل یا جوڑ ہاتھ اور کلائی کے مقام اتصال کو کہتے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ید کا اطلاق عربوں میں سر انگشت سے لیکر بغل تک بھی ہوتا ہے اور کہنی

مسلم قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : في كم يقطع السارق ؟ فقال في ربع دينار ، قال : قلت له : في درهمين ؟ فقال : في ربع دينار ـ بلغ الدينار ما بلغ ـ قال : فقلت له : أرأيت من سرق أقلّ من ربع دينار هل يقع عليه حين سرق اسم السارق ؟ وهل هو عندالله سارق في تلك الحال ؟ فقال كلّ من سرق من مسلم شيئاً قد حواه وأحرزه فهو يقع عليه اسم السارق وهو عندالله سارق ولكن لا يقطع إلّا في ربع دينار أو أكثر ولو قطعت أيدي السرّاق فيما هو أقلّ من ربع دينار لألفيت عامّة الناس مقطعين .

﴿ باب ﴾

☆(حدالقطع و كيف هو)☆

١ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد جميعاً ، عن ابن أبي عمير ، عن حمّاد ، عن الحلبيّ ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قلت له : من أين يجب القطع ؟ فبسط أصابعه وقال : من ههنا ـ يعني من مفصل الكفّ[(1)] ـ .

٢ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن عليّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : القطع من وسط الكفّ ولا يقطع الإبهام و إذا قطعت الرجل ترك العقب لم يقطع .

٣ ـ حميد بن زياد ، عن الحسن بن محمّد بن سماعة ، عن غير واحد ، عن أبان بن عثمان عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : كان عليّ صلوات الله عليه لا يزيد على قطع اليد و الرّجل ويقول : إنّي لأستحيي من ربّي أن أدعه ليس له ما يستنجي به أو يتطهّر به قال : وسألته إن هو سرق بعد قطع اليد والرجل ، فقال : استودعه السجن أبداً وأغنى عن الناس شرّه .

٤ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ وعدّة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد جميعاً ، عن

(١) إي المفصل التي بين الكف والاصابع فان المشهور بين الاصحاب أنه يقطع الاصابع الاربع من اليد اليمنى اولا ويترك له الراحة والابهام ولو سرق ثانيا قطعت رجله اليسرى من مفصل القدم ويترك له العقب يعتمد عليها ، فان سرق ثالثة حبس دائماً ولو سرق بعد ذلك قتل . (آت)

﴿ ٣٩٤ ﴾ ١١ — عنه عن احمد بن ابي عبد الله وفضالة عن ابان عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام مثله .

﴿ ٣٩٥ ﴾ ١٢ — وعنه عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي عن ابي عبد الله عليه السلام قال : يقطع السارق في كل شيء بلغ قيمته خمس دينار وإن سرق من سوق او زرع او غير ذلك .

فالوجه في هذه الاخبار ان نحملها على ضرب من التقية لأنها موافقة لمذهب بعض العامة ، ويحتمل هذه الاخبار أن تكون مختصة بمن يرى الامام من حاله أن المصلحة تقضي فيه قطع يده فيما هذا قيمته لأن ذلك من فرائضه التي يقوم بها هو أو من يأمره هو به ، والذي يكشف عما ذكرناه ما رواه :

﴿ ٣٩٦ ﴾ ١٣ — يونس عن محمد بن حمران عن محمد بن مسلم قال : قال ابو جعفر عليه السلام : ادنى ما تقطع فيه يد السارق خمس دينار ، والخمس آخر الحد الذي لا يكون القطع في دونه ، ويقطع فيه وفيما فوقه .

﴿ ٣٩٧ ﴾ ١٤ — احمد بن محمد عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي عن ابي عبد الله عليه السلام قال : قلت له : من اين يجب القطع ؟ فبسط اصابعه وقال : من هاهنا يعني من مفصل الكف .

﴿ ٣٩٨ ﴾ ١٥ — عنه عن علي بن الحكم عن علي بن ابي حمزة عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام قال : القطع من وسط الكف ولا يقطع الابهام ، واذا قطعت الرجل ترك العقب ولم يقطع .

﴿ ٣٩٩ ﴾ ١٦ — ابو علي الاشعري عن محمد بن عبد الجبار عن صفوان

- ٣٩٤ - الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٠ الكافي ج ٢ ص ٢٩٩ الفقيه ج ٤ ص ٤٠
- ٣٩٥ - ٣٩٦ - الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٠ .
- ٣٩٧ - ٣٩٨ - ٣٩٩ - الكافي ج ٢ ص ٣٠٠

بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت وضو سے ظاہر ہے اور کبھی سر انگشت سے زند تک لوٹا جاتا ہے۔ زند تک ہونا قطعی اور یقینی ہے اس پر سب کا اتفاق ہے ہاں خوارج نے اس سے اختلاف کیا اور بغل سے کاٹنا مراد لیا انگلیوں کو ہاتھ کوئی نہیں کہتا نیز انگشت کا مفصل جدا ہے۔

اگر فروع کافی اور تہذیب کی روایت میں مفصل انگشت کا مراد ہوتا تو لفظ ہوتا یعنی تقطع من مفاصل الاصابع کیوں کہ انگلیوں کے مفاصل جدا جدا ہیں لہٰذا اس روایت سے بھی حضرت علیؑ کا فعل وہی ہے جو رسول اللہ کا فعل ہے صدیق اکبرؓ کا عمر فاروقؓ کا ہے اور تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے اور اسلامی ممالک میں جہاں کہیں فقہ اسلامی کا نفاذ ہوا مفصل زند سے ہی ہاتھ کاٹا گیا انگلیاں کاٹنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اگر حضرت علی سے اس منقطع روایت کو قبول کر لیا جائے تو عقل و نقل و لغت عرف ہر ایک کی مخالفت لازم آئے گی۔

(۱) حضرت علی کا قرآن کی مخالفت کرنا لازم آئے گا قرآن نے فاقطعوا ایدیھما کہا ہے فاقطعوا اصابعھما نہیں کہا پھر اصابع مراد نہ لینے کا قرینہ جزاءً بما کسبا موجود ہے لفظ کسب نے اس احتمال کو رد کر دیا جو جعفریہ نے پیدا کیا۔

(۲) لغت عرب کے خلاف ہے۔

(۳) عرف کے خلاف ہے لغت و عرف میں اس کو مقطوع الید نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں بلکہ اسے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۴) فرمان رسولؐ اور فعل رسولؐ کی مخالفت ہے۔

(۵) خلفائے راشدین کے عمل کے خلاف ہے جمہور علمائے اسلام کے مخالف ہے۔

خالق اور مخلوق دونوں کی مخالفت حضرت علیؓ سے ثابت کرنا فقہ جعفریہ کی سینہ زوری کے سوا کسی طرح ممکن نہیں۔

قطعِ اصابع کے حق میں شیعہ دلائل کا جائزہ

(۱) فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ اس آیت سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ بایدیھم سے مراد انگلیاں ہیں۔ ہاتھ نہیں کیوں کہ لکھنا انگلیوں کا کام ہے ہاتھ کا نہیں لکھنے کے عمل کو سامنے رکھ کر اس استدلال کو پرکھا جائے تو حقیقت سامنے آجاتی ہے یعنی۔

۱۔ لکھنے کے لیے سب سے پہلے چھینگلی (LITTLE FINGER) اور اس طرف ہاتھ کا حصہ اس چیز پر ٹیکا جاتا ہے جس پر کچھ لکھنا مطلوب ہو۔

۲۔ بصر یعنی (RING FINGER) کو چھینگلی پر ٹیکا جاتا ہے۔

۳۔ درمیانی انگلی (MIDDLE FINGER) اور شہادت کی انگلی (FORE FINGER) کے درمیان قلم رکھا جاتا ہے۔

۴۔ اب انگوٹھے کو ملا کر ان تینوں سے قلم کی گرفت ہوتی ہے یوں لکھنے کا عمل وجود میں آتا ہے۔

انگوٹھے کو علیحدہ رکھ کر ہاتھ کو ٹیکے بغیر صرف چار انگلیوں کی مدد سے لکھنے کی کوشش کی جائے تو (ABSTRACT ART) کے بغیر کوئی اور نتیجہ نہ نکل سکے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ لکھنا صرف چار انگلیوں کا کام نہیں بلکہ پورے ہاتھ کا کام ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ؐ نے فرمایا کہ "نمازی جب سجدہ کرتا ہے تو سات اعضا پر کرے"۔ جب پورا ہاتھ کاٹ دیا تو سجدہ چھ اعضا پر ہو گا اگر چار انگلیاں کاٹی گئیں تو

سجدہ راہ پر کرلے گا تو سات اعضا ہو جائیں گے۔

چلیے یہ فرض کرلیجئے کہ سجدہ کے وقت ایک عضو کی کمی ہوگئی تو نماز ناقص ہوگی یا باطل ہوگی مگر یہ تو دور کی بات ہے نماز کے لیے تو وضو شرط ہے اگر چار انگلیاں کٹ گئیں تو ایک فرض رہ گیا لہٰذا وضو ہی نہ ہوا جب وضو نہ ہوا تو نماز کا موقع ہی نہ آئے گا۔ پھر سجدہ کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فقدان اعضا سے وضو ساقط ہے تو فقدان اعضا سے سجدہ میں اس عضو کا نہ رکھنا کیوں ساقط نہ ہو۔ لہٰذا نماز اور سجدہ سے پہلے وضو کی فکر کرو اور وضو قائم رکھنا ضروری ہے لہٰذا انگلیاں کاٹنا بھی موقوف کر دیا جائے گا۔

ایک اور صورت بھی قابل غور ہے مثلاً ایک آدمی نے کسی سے جھگڑا کیا اس دوران کسی تیز آلہ سے اس کا بازو کاٹ دیا اب قصاص میں اس کا بازو کاٹا جائے گا اب وہ سجدہ میں ساتواں عضو کہاں سے لائے گا۔ اگر نہیں تو وضو بھی معاف نماز بھی معاف۔

جعفریہ کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے ایک ایسی صورت کا ذکر کیا ہے۔

تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۰۸

فاوان رجلا قطعت یده الیمنی فی قصص ثم قطع
ید رجل الیقتص مندام لا فقال انما یترک فی حق اللہ تعالٰی
عزوجل فامافی حقوق الناس قبقتص منه فی الاربع
جمیعـــــا۔

اگر کسی آدمی کا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا پھر اس نے کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو کیا قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں فرمایا حقوق اللہ میں تو نہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ معاف ہو سکتے ہیں مگر حقوق العباد میں کاٹا جائے گا۔

قبل أن يقطع بالسرقة الاولى ولو أن الشهود شهدوا عليه بالسرقة الأولى ثم امسكوا حتى تقطع يده ثم شهدوا عليه بالسرقة الاخيرة قطعت رجله اليسرى .

﴿ ٤١٩ ﴾ ٣٦ — احمد بن محمد بن عيسى عن ابن محبوب عن عبد الله ابن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام في رجل أشل اليد اليمنى أو أشل الشمال سرق قال : تقطع يده اليمنى على كل حال

﴿ ٤٢٠ ﴾ ٣٧ — يونس بن عبد الرحمان عن المفضل بن صالح عن بعض اصحابه قال : قال ابو عبد الله عليه السلام : اذا سرق الرجل ويده اليسرى شلاء لم تقطع يمينه ولا رجله وإن كان اشل ثم قطع يد رجل قص منه يعني لا يقطع بالسرقة ولكن يقطع في القصاص .

﴿ ٤٢١ ﴾ ٣٨ — عنه عن عبد الرحمان بن الحجاج قال : سألت أبا عبد الله عليه السلام عن السارق يسرق فتقطع يده ثم يسرق فتقطع رجله ثم يسرق هل عليه قطع ؟ فقال : في كتاب علي عليه السلام إن رسول الله صلى الله عليه وآله مضى قبل أن يقطع اكثر من يد ورجل ، وكان علي عليه السلام يقول : اني لاستحي من ربي ان لا ادع له يداً يستنجي بها او رجلا يمشي عليها ، قال : فقلت له : لو أن رجلا قطعت يده اليسرى في قصاص فسرق ما يصنع به ؟ قال : فقال : لا يقطع ولا يترك بغير ساق ، قال : قلت : فلو أن رجلا قطعت يده اليمنى في قصاص ثم قطع يد رجل أيقتص منه ؟ ام لا ؟ فقال : انما يترك في حق الله عز وجل فأما في حقوق الناس فيقتص منه في الأربع جميعاً .

﴿ ٤٢٢ ﴾ ٣٩ — احمد بن محمد عن البرقي عن النوفلي عن السكوني عن جعفر

– ٤١٩ – ٤٢٠ – ٤٢١ – الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٢ واخرج الاول الكليني في الكافي ج ٢ ص ٣٠٩
– ٤٢٢ – الكافي ج ٢ ص ٣٠٢ الفقيه ج ٤ ص ٤٤ بتفاوت فيها

لیجئے اب کیا بنے گا یہ توجہ کی جگہ بھی پانچ عضو رہ گئے سجدہ نہ کر سکے گا۔
تیسری دلیل یہ ہے کہ تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۲۵ پر روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس چوروں کا ایک گروہ رہ گیا تو

فقطع ايديهم من نصف الكف و ترك الابهام
توحضرت علی نے نصف ہتھیلی سے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے اور انگوٹھا چھوڑا

اب تو بات بظاہر بنتی نظر آتی ہے مگر آگے جاکے کچھ پیچ پڑ گئے ہیں مثلاً اس روایت کا پہلا راوی سہل بن زیاد ہے۔ دوسرا راوی محمد بن سلیمان دیلمی ہے تیسرا راوی محمد بن مسلم ہے محمد بن مسلم کے متعلق رجال کشی صد ۱۱۳ سے روایت گذر چکی ہے کہ امام جعفر نے فرمایا کہ "محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت وہ کہتا ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے خدا اسے نہیں جانتا۔"

لیجئے دو باتیں ہوگئیں یہ ذات شریف اللہ کو جاہل مانتے تھے لہٰذا کافر ہوگئے پھر امام جعفر نے انہیں کفر کے علاوہ ایک اور لقب دیا کہ وہ ملعون ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے متعلق اتنی جرأت کر سکتا ہے اسے حضرت علیؓ پر اتہام لگانے سے کون سی قوت روک سکتی ہے۔

دوسرا راوی سہل بن زیاد ہے اس کی کنیت ابو سعید ہے اس کے متعلق شیعہ کتاب رجال مامقانی میں لکھا ہے۔

كان ضعيفا جدا فاسد الرواية والدين
اس کی روایت بھی نہایت ضعیف ہے۔ بلکہ اس کی روایت بھی فاسد اور اس کا مذہب بھی فاسد۔

پھر فرمایا کہ اس کو شیعہ عالم محمد بن یحییٰ نے شہر قم سے جلا وطن کر دیا تھا اور کہا تھا کہ

ونهى الناس عن السماع منه والرواية عنه يروى

﴿ ٤٩٩ ﴾ ١١٦ — علي عن ابيه عن النوفلي عن السكوني عن ابي عبد الله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : لا كفالة في حد .

﴿ ٥٠٠ ﴾ ١١٧ — علي عن أبيه عن ابن ابي نجران عن عاصم بن حميد عن محمد بن قيس عن ابي جعفر عليه السلام قال : قضى امير المؤمنين عليه السلام في رجل جاء به رجلان وقالا : ان هذا سرق درعاً فجعل الرجل يناشده لما نظر في البينة وجعل يقول : والله لو كان رسول الله صلى الله عليه وآله ما قطع يدي ابداً قال : ولم ؟ قال يخبره ربه اني بريء فيبرئني ببرائتي ، قال : فلما رأى مناشدته اياه دعا الشاهدين فقال : اتقيا الله ولا تقطعا يد الرجل ظلماً وناشدهما ثم قال : ليقطع احدكما يده ويمسك الآخر يده فلما تقدما الى المصطبة ليقطع يده ضرب الناس حتى اختلطوا .فلما اختلطوا ارسلا الرجل في غمار الناس حين اختلطوا بالناس فجاء الذي شهدا عليه فقال : يا امير المؤمنين شهد علي الرجلان ظلماً ، فلما ضرب الناس واختلطوا أرسلاني وفرا ولو كانا صادقين لم يرسلاني فقال امير المؤمنين عليه السلام : من يدلني على هذين انكلهما ؟ .

﴿ ٥٠١ ﴾ ١١٨ — علي عن ابيه عن الوشا عن عاصم بن حميد عن محمد ابن قيس عن ابي جعفر عليه السلام قال . قضى امير المؤمنين عليه السلام في رجلين قـــد سرقا من مال الله احدهما عبد مال الله والاخر من عرض الناس فقال : اما هـذا فمن مال الله ليس عليه شيء ، مال الله اكل بعضه بعضاً ، وأما الآخر فقدمه وقطع يده ثم أمر ان يطعم السمن واللحم حتى برئت يده

﴿ ٥٠٢ ﴾ ١١٩ — سهل بن زياد عن محمد بن سليمان الديلمي عن هارون ابن الجهم عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال اتي امير المؤمنين عليه السلام بقوم لصوص قـــد سرقوا فقطع ايديهم من نصف الكف وترك الابهام لم يقطعها وأمرهم

- ٤٩٩ - الكافي ج ٢ ص ٣٢٩ - ٥٠١ - ٥٠٢ - الكافي ج ٢ ص ٣١٣

المراسیل ویعتمد المجاھیل۔

لوگوں کو اس سے حدیث سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل احادیث بیان کرتا ہے اور مجہول حدیثوں پر اعتماد کرتا ہے۔

اور ابو محمد الفضل شیعہ عالم اور علی بن محمد کہتے تھے کہ یہ احمق ہے۔

تیسرا راوی محمد بن سلیمان دیلمی ہے اس کے متعلق رجال مامقانی میں ہے۔

یرمی لغلو واقوال ان مقتفی نقل دمیہ ضعیفہ

اس کا خالی شیعہ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ قطع اصابع آئمہ سے منقول ہے۔

مگر یہ دلیل کئی لحاظ سے بودی ہے۔

اول، آئمہ نے قول رسول نقل نہیں کیا۔

دوم، اسی کتاب میں بقول علامہ مجلسی "رئیس شیعہ راویوں" کے حالات شیعہ کتب رجال سے پیش کیے جا چکے ہیں کہ آئمہ نے ان کو ملعون یہود سے بھی برُے قائلین تثلیث سے بدتر اور نہ جانے کیا کیا خطاب دیئے۔

انفرادی مسائل یعنی پرائیویٹ لاء

باب الزکواۃ

زکواۃ کی فرضیت کتاب اللہ، سُنتِ رسول سے ثابت ہے۔

۱۔ قال اللہ تعالےٰ واٰتوا الزکواۃ
زکواۃ ادا کرو یعنی مطلق حکم ہے۔

۲۔ وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم
ان کے مالوں میں سے سائل اور محرم کے لیے حق معلوم ہے۔

۳۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ الخ
جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

۴۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔
ان کے مالوں میں سے صدقہ لے اور اس وجہ سے انہیں پاک فرما

۵۔ یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم
اے ایمان والو جو پاک مال تم نے کمایا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو

حدیث میں اسلام کے پانچ اجزاء بیان ہوئے ہیں بنی الاسلام علی خمس الخ جن میں سے ایک زکواۃ ہے کسی ایک جزو کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے کیونکہ انتفائے جز، مستلزم ہے انتفائے کل کو۔ لیکن فقہ جعفریہ میں زکواۃ کے لیے کچھ شرائط رکھی گئی ہیں۔

۱۔ کرنسی نوٹ پر زکواۃ نہیں۔
۲۔ سونے اور چاندی پر زکواۃ نہیں۔ ہاں اگر سونے اور چاندی کے سکے یعنی اشرفی اور روپیہ بنا کر اس پر سرکاری مہر لگے تو اس پر زکواۃ ہے۔
اس وقت پُوری دُنیا میں مال و دولت سے مراد یا تو کرنسی نوٹ ہوتے ہیں یا سونا چاندی خواہ زیورات کی صورت میں ہو خواہ ویسے ٹھوس حالت میں سونا چاندی کے سکوں کا وجود دُنیا میں کہیں نہیں ملتا۔ لہٰذا زکواۃ کا انکار نہ کرنے کے باوجود زکواۃ ساقط ہو گئی۔
قرآن کریم کی جو آیات اوپر دی گئی ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو سوچنا پڑے گا کہ یہ شرائط جو فقہ جعفریہ میں رکھی گئی ہیں ان کے مطابق قرآنی کی کسی آیت پر عمل ممکن بھی ہے۔
(۱) واتوا الزکواۃ زکواۃ ادا کرو مطلق حکم ہے۔
(۲) وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم زکواۃ کو تھوڑی دیر ذہن سے الگ کر کے یہ سوچا جائے کہ کوئی سائل اور محتاج اگر مدد کی درخواست کرے تو اس کی مدد کیسے کی جاتی ہے۔ کیا یہ کہا جاتا ہے کہ کرنسی نوٹ تو مال نہیں اور اشرفی روپیہ سونے چاندی کا کوئی سکہ نہیں۔ اس لیے نہ ہمارے پاس نہ اس میں تمہارا کوئی حق۔
(۳) تیسری آیت میں جمع کرنے اور خرچ نہ کرنے پر وعید ہے اب سوال یہ ہے کہ جمع کیا کیا جاتا ہے؟ اور خرچ کیا کیا جاتا ہے؟ اگر کرنسی نوٹ اور سونا چاندی خواہ زیورات یا اینٹوں کی شکل میں ہوں وہی جمع بھی کیا جاتا ہے اور اسی کو خرچ بھی کیا جاتا ہے تو زکواۃ کے معاملے میں یہ اصول کیوں کار فرما نہیں رہا؟
(۴) چوتھی آیت میں جس مال کو پاک کرنے کا حکم ہے وُہ مال کون سا ہے؟ اگر نوٹ مال نہیں تو جب نوٹوں اور زیور کی چوری ہو جاتی ہے تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اتنے لاکھ کے زیور اور نقدی چوری ہو گئے؟
(۵) پانچویں آیت میں حکم ہے "اپنی کمائی سے خرچ کرو"۔

سوال یہ ہے آپ کماتے کیا ہیں؟ دن بھر مزدوری کریں یا مہینہ بھر نوکری کریں تو آپ کو مزدوری یا تنخواہ لازماً کرنسی نوٹوں کی شکل میں ملتی ہے اور آپ یقیناً یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا کمایا تو جو کچھ آپ نے کمایا اس میں سے ہی زکواۃ دینے کا حکم ہے اگر آپ تاجر ہیں آپ نے پانچ ہزار کا مال سات ہزار میں بیچا تو آپ یقیناً کہتے ہیں میں نے دو ہزار کمایا تو یہ دو ہزار مال ہی تو ہے اور یہ کرنسی نوٹ کی شکل میں ہے گویا نوٹ ثمن نہیں مگر قائم مقام ثمن ہے بلکہ آج کل تو حقیقت ثمن بعینہٖ سمجھا جاتا ہے عرف عام اصطلاح اور عادت یہی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ کرنسی نوٹ کو آپ مال بھی سمجھیں اور اسے زکواۃ سے مستثنیٰ بھی سمجھیں تو یہ موقف بڑے دور رس نتائج کا حامل ہے خدارا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اسلام کو جگ ہنسائی کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اگر اس اصول کو پھیلایا جائے تو انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، کسٹم وغیرہ کسی چیز کا ادا کرنا ضروری نہیں جب کرنسی نوٹ اور زیور وغیرہ مال نہیں تو انکم ٹیکس وغیرہ کیوں ہُوا۔

عشر

قرآنِ حکیم میں جہاں زکواۃ کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی ارشاد ہے
ومما اخر لکم من الارض اور اتوا حقه یوم حصادہ
جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا، کھیتی کاٹتے وقت اسکا حق ادا کرو
عشر کے متعلق فقہی احکام کی تفصیل میں نہیں جانا چاہیے وہ تو اہل علم جانتے ہی ہیں لیکن فقہ جعفریہ میں صرف گندم، جو اور کھجور منقی میں عشر ہے پھر ان کے لیے بھی نصاب شرط ہے جو ۸۴۷ کلو ہے حالانکہ قرآن کی آیت سے ظاہر ہے کہ مما اخرجنا لکم من الارض مطلق ہے اور واتوا حقه یوم حصادہ بھی مطلق ہے۔
اربابِ دانش کے غور کا مقام یہ ہے کہ یہ تخصیص اور یہ شرط کہیں زر اندوری بخل اور سنگدلی کی طرف رہنمائی تو نہیں کرتیں۔

فقہ جعفریہ کی
تاریخی سرگذشت

اس فقہ کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت امام جعفرؒ کے ساتھ منسوب ہے۔ جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ امام جعفرؒ نے یا ان کے عہد میں یا ان کی زیرِ نگرانی اس کی تدوین ہوئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی درست نہیں۔ امام جعفرؒ کی وفات سنہ ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ تاریخ سے کوئی نشان نہیں ملتا کہ ان کی وفات تک اس فقہ کی کسی قسم کی تدوین ہوئی ہو، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے جو روایات بیان کیں انہیں فقہی ابواب کے تحت ان کی وفات تک جمع کر لیا گیا ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت بھی تاریخ سے نہیں ملتا فقہ جعفریہ سے منسوب چار بنیادی کتابیں ہیں جنہیں صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ اور اس فقہ کی یہی بنیادی اور اہم کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ مگر ۱۴۸ھ چھوڑ صدیوں بعد تک ان کا نشان نہیں ملتا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) **الکافی**:۔ ابوجعفر کلینی کی تصنیف ہے اور فقہ جعفریہ کی سب سے پہلی کتاب ہے کلینی کا سن وفات سنہ ۳۲۸ھ ہے یعنی امام جعفرؒ کے قریباً ایک سو اسّی برس۔

(۲) **من لایحضرہ الفقیہ**:۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی کی تصنیف ہے جو ۳۸۱ھ میں فوت ہوا یعنی امام جعفرؒ کے تقریباً سوا دو سو سال بعد۔

(۳) **تہذیب الاحکام** (۴) **الاستبصار**۔ یہ دونوں محمد بن حسن طوسی کی تصانیف ہیں جس کا سن وفات سنہ ۴۶۰ھ ہے یعنی امام جعفرؒ کے ۳۱۲ برس بعد۔

تاریخی ادوار کے اعتبار سے ان کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ الکافی اس وقت لکھی گئی جب خلفائے عباسیہ کے اکیسویں خلیفہ المتقی باللہ کا دور تھا اور آخری کتاب کے مصنف کا سن وفات بتاتا ہے کہ اس وقت خلفائے عباسیہ کے چھبیسویں[۲۶] خلیفہ القائم بامر اللہ

کا دورِ خلافت تھا اور یہ کہ پانچویں صدی ہجری کے اخیر تک تو فقہ جعفریہ منصۂ شہود پر ہی نہیں آئی تھی لہٰذا اس کے کہیں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر مصر میں عباسی خلافت مستنصر باللہ ۶۵۹ھ سے متوکل علی اللہ ثالث ۹۲۳ھ تک رہی وہاں بھی اس فقہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

پھر ترکان عثمانی کی خلافت عثمان خان اوّل ۱۲۸۸ھ سے ۱۹۲۴ء تک رہی۔ مصطفےٰ کمال نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس عرصہ میں بھی فقہ جعفریہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ادھر اس برِّعظیم میں محمد غوری ۱۱۹۳ء سے لے کر آخری مغل بادشاہ تک کسی وقت بھی اس فقہ کے رائج یا نافذ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مختصر یہ کہ کسی اسلامی حکومت نے کسی دور میں بھی فقہ جعفریہ کو اپنے دستور یا قانون میں جگہ نہیں دی۔ مگر جب یہ اسلامی فقہ ہی نہیں تو بھلا کوئی مسلمان حکمران اسے اپنانے کی جرأت کیسے کر سکتا تھا۔ چونکہ یہ فقہ اس عنوان سے اسلام کے خلاف ایک سیاسی تحریک ہے تو اس کے نفاذ کا تصوّر بھی کوئی مسلمان حکمران نہیں کر سکتا آپ آئندہ صفحات میں اس کے سیاسی خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔

اس تحریک کا سیاسی پس منظر

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت اسلام کو جس مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہ قریشِ مکہ کی مجموعی طاقت تھی۔ اس لیے مادی اعتبار سے اسلام کے مخالف کیمپ میں قریش ہی کھڑے نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی حیثیت محض اعضاء و جوارح کی تھی اس تحریک کا دماغ اور اس کی منصوبہ بندی یہودِ مدینہ کی سازش تھی۔ جنہیں اپنی کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں صاف نظر آتا تھا۔ کہ اسلام کی بالادستی سے ان کے وقار کو دھچکا ہی نہیں لگے گا بلکہ ختم ہو کے رہ جائے گا۔ اس لیے مکہ میں قریش کے ہاتھ سے جو کچھ ہوتا تھا اس کی ڈور یہودِ مدینہ کے ہاتھ میں تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی

میں یہود زیر زمین کام کرتے رہے۔

(۲) ہجرت کے بعد اسلام کو براہِ راست یہود کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جو عرب میں علمی اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے اپنی برتری کا لوہا منوا چکے تھے۔ یہود نے حضور اکرم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی میں اسلام کی دعوت کو دبانے کے لیے ہر امکانی کوشش کر ڈالی میثاق مدینہ ان کے احساس برتری پر ایک واضح اور مہلک چوٹ تھی۔ لہٰذا انہوں نے ہر ایسے نازک موقع سے جب بھی مسلمان مصائب میں گھرے۔ فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کی، یہود کی مخالفت اور ان کی سازشوں کی اہمیت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان بالکل قریش مکہ کے پہلو میں بیٹھے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو زیر کرنے کی بجائے یہود کی خبر لینے کا حکم دیا جو سینکڑوں میل دور تھے۔ اور فجعل من دون ذلک فتحا قریباً کی بشارت سنا کر حضور اکرم کو خیبر کے یہودیوں کا قلع قمع کرنے کا حکم دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ قریش مکہ کی مخالفت اتنی خطرناک نہیں جتنی یہود خیبر کی سازشیں اسلام کے لیے مستقل خطرہ ہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے بعد فاروقی دور کے خاتمہ تک یہود اور ان کی حلیف طاقتوں میں اسلام کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ میدان میں اسلام کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اس کی تدبیر صرف ایک ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام کے خلاف سیاسی سازشیں کی جائیں۔

(۴) اس منصوبہ بندی اور سازش کے تحت عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے رفقا نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت اسی یہودی خفیہ سازش کا نتیجہ تھی۔ حضرت عمرؓ کی ذات ایک ایسی (BINDING FORCE) تھی کہ کسی

سازشی کو مسلمان قوم میں رخنہ ڈالنے کی کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا یہود کے لیے آسان ہوگیا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے عبداللہ بن سبا نے عربوں کی نفسیات سے کام لے کر ایک راہ نکالی۔ اس نے حضرت علیؓ کے نبی کریم ﷺ کے وصی امام اور خلافت کے اصل حقدار ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا اور اس کا اعلان اور تشہیر شروع کر دی۔ اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر شیخین کو غاصب قرار دے کر انہیں بُرا بھلا کہنے کو مذہبی عبادت قرار دیا جانے لگا۔ پھر خلیفہ ثالث چونکہ بنو امیہ میں سے تھے اس لیے بنو ہاشم کو محرومیت کا احساس دلا کر بنو امیہ کے خلاف اُبھارا۔

⑤ عبداللہ بن سبا نے بھانپ لیا کہ مکہ اور مدینہ میں صحابہ کرام کی کثیر جماعت موجود ہے اور رہتی ہے لہٰذا ان مقامات پر اسلام کے خلاف کوئی تحریک چلانا یا سازش کرنا ممکن نہیں۔ اس نے اپنے منصوبے کے لیے ادھر کوفہ اور بصرہ دو مقامات کا انتخاب کیا اور دوسری طرف مصر کو اپنی کامیابی کے لیے موزوں سمجھا اس کی دو وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ یہاں کے لوگ نومسلم تھے ان کے ذہن اسلامی سانچے میں نہیں ڈھلے تھے دوسرا وہ اپنے اپنی قومی روایات بھی لائے تھے۔ جو ان کے لیے نہایت عزیز متاع تھی۔ پھر کوفہ اور بصرہ کے باشندوں کو ایرانی سلطنت کے خاتمہ کا رنج تھا اور عربوں کے خلاف دلی نفرت موجود تھی۔ اس لیے یہ لوگ ابن سبا کی سازش کا شکار ہو گئے۔ اس نے ان تینوں مقامات پر اپنے ہم خیال اکٹھے کر لیے اور تینوں مقامات سے چھ چھ سو آدمی اکٹھے کر کے مدینہ بھیجے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سبب بنے۔

⑥ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلوائیوں کی تعداد کل اٹھارہ سو تھی جبکہ حضرت عثمانؓ کی فوجیں مشرق و مغرب میں فتوحات پر فتوحات کیے جا رہی تھیں۔ پھر یہ مٹھی بھر لوگ حضرت حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں کیونکر کامیاب ہو گئے۔ اس کی وجہ ایک

گہری تقیاتی اور سیاسی حقیقت ہے، یہ آدمی مرنے کے لیے ہی آئے تھے۔ ابن سبا کی چال یہ تھی کہ ان کو لازماً قتل کیا جائے گا اور مجھے ایک ٹھوس بنیاد مل جائے گی اور میں پروپیگنڈہ کر سکوں گا کہ دیکھو یہ لوگ کتنے ظالم ہیں، مظلوم رعایا نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے سیاسی بصیرت سے بھانپ لیا اور فیصلہ کیا کہ جان دے دینا منظور ہے مگر یہود کو اسلام کے خلاف سازش کرنے کی کوئی بنیاد مہیا کرنا منظور نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ نے اس یہودی تحریک کو تین سو سال پیچھے کر دیا۔

(۷) حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہی سازشی گروہ حضرت علیؓ کے گرد جمع ہو گیا۔ اور حضرت علیؓ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کر کے عملاً انہیں ایسا بے بس کر دیا کہ وہ قتل عثمانؓ کا قصاص لینے پر بھی قادر نہ ہو سکے، فتوحات کا سلسلہ رک گیا چنانچہ حضرت علیؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت میں ایک انچ زمین کا اضافہ نہ ہوا بلکہ ان لوگوں نے خانہ جنگی کی سی صورت پیدا کر دی۔ جنگ جمل اور صفین بھی ان سبائیوں کی سازش کا نتیجہ تھا حضرت امیر معاویہؓ مسلسل حضرت علیؓ کو مشورہ دیتے رہے کہ ان اسلام دشمن حواریوں سے چھٹکارا حاصل کریں، لیکن حضرت علیؓ اپنی تمام کوشش کے باوجود بے بس ہو چکے تھے آخر سبائیوں کے ایک فرد ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو اس وقت شہید کیا جب وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا، یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ ابن ملجم خارجی تھا کیونکہ کسی خارجی کا حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا نہ ممکن ہے نہ اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ تقیہ تو ابن سبا یہودی کی ایجاد ہے۔

(۸) حضرت علیؓ کے بعد جب حضرت حسنؓ کا دورِ خلافت آیا۔ تو اپنے چند مہینوں میں ابن سبا کے مریدوں اور محبِّ اہل بیت کے جھوٹے مدعیوں کے طور طریقے دیکھ کر فیصلہ کر لیا کہ وہ ان سے نہیں نمٹ سکتے۔ چنانچہ آپ نے امیر معاویہؓ کی صلاحیت کے پیشِ نظر ان کے

حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔
حضرت حسنؓ کے اس فیصلہ سے سبائی خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اور چیخ اٹھے۔ واللہ کفر کما کفر ابوہ یعنی "خدا کی قسم حسنؓ کافر ہو گیا جیسے اس کا باپ کافر تھا"! امام حسنؓ کے اس فیصلہ نے سبائی تحریک کی پسپائی کر دی، جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔
حضرت امیر معاویہؓ نے ۴۱ھ میں خلافت سنبھالی ان کا انیس سالہ دورِ حکومت اندرونی استحکام کے ساتھ بیرونی فتوحات کا دور ثابت ہؤا۔
شمالی افریقہ کا بڑا حصہ فتح ہؤا۔ افغانستان اور صوبہ سرحد بھی فتح ہؤا۔ قسطنطنیہ کا دوبارہ محاصرہ ہوا۔ جس میں ایک بار تو حضرت حسینؓ بن علیؓ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ اور حضرت ایوب انصاریؓ جیسے عظیم صحابی نے دوران محاصرہ شہادت پائی اور شہر پناہ کے متصل دفن ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے حضرات بھی شریک تھے اور سب سے پہلا بحری جہاد بھی حضرت امیر معاویہؓ نے کیا، اور مسلمانوں کی بحری فوج کے بانی بھی یہی مردِ خدا تھے۔

(۹) حضرت امیر معاویہؓ کے حکومت سنبھالنے کے بعد حضرت حسنؓ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور کوفہ چھوڑ دیا جس سے بعض کوفی لیڈر سخت ناراض تھے اور ان میں سے کچھ لوگ ایک سردار سلیمان بن حرد کی قیادت میں مدینہ منورہ آئے۔ اور حضرت امام حسنؓ کو امیر معاویہؓ کے خلاف کرنا چاہا۔ تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، یہاں سے نا امید ہو کر انہوں نے حضرت حسینؓ کو ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر ابوحنیفہ دینوری کی تصنیف "اخبار الطوال" کے مطابق حضرت حسینؓ نے فرمایا "ہم نے بیعت کر لی ہے اور عہد کر لیا ہے اور ہماری بیعت توڑنے کی کوئی سبیل نہیں"۔ چنانچہ یہ فتنہ برپا کرنے میں ناکام ہوئے اور ناراضگی اور ناکامی کی صورت میں واپس کوفہ لوٹے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کو امیر معاویہؓ کی خلافت سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی اور حضرت امیر معاویہؓ

۲۲ رجب ۶۰ھ میں انتقال کر گئے۔ اور ان کے جیتے جی سبائی تحریک کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکا۔

(۱۰) **یزید اور سبائی** :۔ امیر معاویہؓ کے انتقال پر حکومت یزید کو ملی حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اور مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ کو اپنی قیامگاہ بنایا چنانچہ شعبان، رمضان، شوال، ذیلقعد کے چار مہینوں میں کسی شورش کا پتہ نہیں چلتا بلکہ طبری سے نشان ملتا ہے کہ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ حرم کعبہ میں اکٹھے نمازیں ادا فرماتے اور وہیں بیٹھ کر گفتگو فرماتے تھے۔

بغاوتِ کوفہ

(۱۱) کوفیوں کی رگِ شرارت ایک بار پھر پھڑکی۔ اور انہوں نے پھر سے سوئے ہوئے فتنوں کو جگانا چاہا۔ سوئے اتفاق سے اس وقت کوفہ کے گورنر حضرت نعمانؓ بن بشیر انصاری تھے۔ جو معروف صحابی اور حد درجہ نیک اور سیدھے سادے انسان تھے۔ ان کی نیکی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کوفہ میں شورش پیدا کی۔ کوفہ کا شہر اسلام کے خلاف منظم اور مسلح تحریک چلانے کے لیے ایک مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کا ایک شاگردِ رشید مختار ثقفی کوفیوں کی مدد سے خود حاکم کوفہ بن گیا۔ اور کوفیوں کی نفسیات سے کام لیتے ہوئے ایک کرسی سامنے رکھ کر اس کے سامنے نماز پڑھی اسے بوسہ دیا۔ اور اہلِ کوفہ کو کہا کہ جس طرح تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے لیے باعثِ برکت تھا اسی طرح یہ حضرت علیؓ کی کرسی شیعانِ علیؓ کے لیے نشان فتح و نصرت ہے۔ پھر اس کرسی کو ایک چاندی کے صندوق میں بند کیا اور جامع مسجد کوفہ میں رکھ دیا اور مسلح پہرہ لگا دیا۔ اس کرسی کے نشان سے ثقفی نے کوفیوں کو اسلام کے خلاف برگشتہ کر دیا۔ آخر کار یہ ثقفی ۶۷ھ میں حضرت علیؓ کے داماد حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور فتنہ دب گیا۔

واقعہ کربلا

(۱۲) بقول طبری کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو لکھا۔ کہ یزید نے ہم سے زبردستی بیعت لی ہے اور ہم سب آپ پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے، آپ ہم لوگوں میں آجائیے، بلکہ یکے بعد دیگرے تین وفد کوفیوں کے مکہ مکرمہ آئے جن میں سے دو کو حضرت حسینؓ نے لوٹا دیا۔ مگر تیرا وفد اپنے ساتھ ایسے خطوط لایا۔ جن میں قسمیں دی گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا گیا تھا۔ کہ اگر آپ تشریف نہ لائے۔ تو روز حشر ہم آپ کو دامن کشاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے۔ کہ انہوں نے ہماری راہنمائی قبول نہ فرمائی تھی۔ آخر حضرت حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ بن ابی طالب کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو کہ لوگ مجھے لکھ رہے ہیں۔ اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ (طبری)

چنانچہ حضرت مسلمؓ بن عقیل مدینہ منورہ سے ہوتے ہوتے کوفہ پہنچے اور ابن عوسجہ نامی شخص کے ہاں اترے، جب آپ کی آمد کا چرچا ہوا تو لوگ آکر بیعت کرنے لگے حتیٰ کہ بارہ ہزار تک تعداد پہنچ گئی تو آپ نے وہاں سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ مرادی کے قیام فرمایا۔ اور حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے اور مزید ہو رہی ہے۔ اور آپ ضرور تشریف لے آئیے (طبری)

قاصد مکہ مکرمہ چلا گیا۔ تو بعد میں حالات نے پلٹا کھایا۔ اور کوفہ کا گورنر بدل دیا گیا چنانچہ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی جگہ عبداللہ ابن زیاد کو، کوفہ کا گورنر مقرر کر کے حالات سنبھالنے کیلئے بھیجا گیا۔ جس کے واقعات طبری میں بالتفصیل درج ہیں القصہ پہلے تو اسے بھی قتل کرنے کی سازش ہوئی، مگر وہ بچ گیا۔ اور مختلف قبیلوں کے سرداروں کو بلا کر سمجھایا

اور دھمکایا گیا۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت مسلمؓ کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ رہا حتیٰ کہ کوئی شخص پناہ تو کیا دیتا راستہ تک بتانے والا کوئی نہ تھا۔ اور نہ کوئی اس سے بات کرتا تھا۔ اندریں حال وہ شہید ہوئے۔ اور شہادت سے پہلے ان سب حالات کو قلمبند فرمایا۔ جب گرفتار ہوئے، تو عمر بن سعد ابن وقاص کو یہ چٹھی دی۔ یہ اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ اور مشہور فاتح جرنیل اور صحابی رسول سعدؓ ابن ابی وقاص کے صاحبزادے تھے جنہیں حضرت مسلمؓ اور حضرت حسینؓ سے قرابت قریبہ بھی حاصل تھی انہوں نے یہ خط حضرت حسینؓ کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔ جو مکہ مکرمہ سے بمعہ اہل وعیال کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ باوجودیکہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیار جو حضرت زینبؓ بنت علیؓ کے خاوند اور حضرت حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی بھی تھے جیسی ہستیوں نے کوفے جانے سے بہت روکا اکثر اکابر صحابہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بھی روکنے والوں میں شامل تھے۔ جیسے ابو سعید خدری حضرت واثلہؓ اللیثی اور دیگر حضرات مگر حضرت حسینؓ نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا، دراصل روکنے والے حضرات حضرت حسینؓ کی رائے سے اختلاف اس لیے نہیں کر رہے تھے، کہ انہیں حضرت حسینؓ کی رائے قبول نہ تھی بلکہ اہل کوفہ پر اعتبار کرنے کے حق میں نہ تھے صورت یہ تھی۔ کہ تمام ملک میں یزید کی بیعت ہو چکی تھی۔ اس میں صحابہ کرام بھی جو اس وقت دار دنیا میں تشریف رکھتے تھے۔ شامل تھے۔ قابل ذکر ہستیوں میں صرف دو حضرات عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ بن علیؓ نے تاحال بیعت نہیں کی تھی۔ اب کوفہ والوں کے خطوط اور وفود آئے تو حضرت حسینؓ کا موقف یہ تھا کہ یا تو حکومت اور حاکم ان ہزاروں افراد کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم سے زبردستی بیعت لی گئی مطمئن کرے یا پھر حکومت چھوڑ دے اور ایسا شخص امیر بنایا جائے جسے سب مسلمان قبول کریں۔ یہ فیصلہ برحق تھا۔ یہ سیاسی اختلاف تھا۔ اور حضرت حسینؓ اس کی اصلاح چاہتے تھے، یہ کبھی بھی کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔

نہ فریقین میں سے کوئی کسی دوسرے کو کافر کہتا تھا۔ اب منع کرنے والوں کا تجربہ اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رائے یہ تھی کہ کوفیوں پہ اعتماد کرنا درست نہیں یہ غلط کہہ رہے ہیں اور یہ کوئی گہری چال اور سازش ہے جو بعد میں درست ثابت ہوئی۔

حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ سے ذوالحجہ ۶۰ھ میں روانہ ہوئے۔ شیعہ حضرات ۸ ذی الحجہ کو روانگی نقل کرتے ہیں حالانکہ یہی تاریخ حجاج کی مکہ مکرمہ سے منیٰ کو روانگی کی ہے گویا چار ماہ مکہ مکرمہ قیام فرمانے کے بعد حضرت حج نہیں کرتے اور عین حج کی تاریخ کو شہر سے چل دیتے ہیں آخر کیوں کونسی آگ لگ رہی تھی جس نے حج کی فرصت نہ دی۔ ان کے علم کے مطابق تو کوفہ میں حضرت مُسلمؒ کی بیعت ہو رہی تھی۔ کوئی حالتِ جنگ نہ تھی، صرف کوفہ پہنچنا تھا تو پھر منیٰ عرفات اور حج کی برکات کو کیوں چھوڑتے۔ وہ روانہ ہوئے یا نہ یہ علیحدہ بات ہے مگر شیعہ حضرات کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں ہر حال میں یکم محرم کو کربلا پہنچنا چاہیئے۔ ورنہ ۱۰ روز کا جو ڈرامہ شیعوں نے کربلا میں سٹیج کیا ہے، وہ نہ ہو سکے گا چونکہ کربلا مکہ مکرمہ سے بائیس منازل سفر ہے پھر اس دور میں منزل کے علاوہ کسی جگہ قیام ممکن نہیں تھا خصوصاً جب مستورات اور بچوں کا ساتھ ہو۔ شیعہ مؤرخ انہیں حج نہیں کرنے دیتے اور روزانہ ایک منزل بھی ضرور چلاتے ہیں جو مسلسل ۲۲ روز عورتوں اور بچوں کے لیے تقریباً محال ہے، حالانکہ خود طبری نے جلد ۶ کے صفحہ ۱۹۷ پر لکھا ہے کہ آپ حج کے بعد کوفہ روانہ ہوئے۔ شیعہ حضرات کی بھی مجبوری ہے کہ اگر حضرت حسینؓ حج کریں تو آٹھ کو منیٰ ۹ کو عرفات اور رات مزدلفہ دس کو واپس منیٰ اور قربانی پھر گیارہ بارہ کو کنکریاں مارنا اور ارکان حج کی تکمیل طواف وداع وغیرہ تو اس طرح کہیں چودہ کو فارغ ہو کر پندرہ کو نکلیں پھر کسی منزل پر ایک آدھ دن آرام بھی کریں تو یہ حضرات بمشکل دس محرم کو کربلا پہنچ پاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ اس ایک روزہ جنگ میں بھلا وہ افسانے کیسے سمائیں، جو دس دنوں میں تمہیں سمار ہے، اور شہادت حسینؓ کو ایک افسانہ آرا دینا کر دکھاتے ہیں لیکن یہ مجبوری شیعہ حضرات کی ہے حضرت حسینؓ کی نہ تھی، انہوں نے حج کیا، اور دوران

حج جبکہ تمام عالم کے مسلمان جمع تھے، کسی کو اپنے ساتھ کوفہ چلنے کی دعوت نہ دی۔ اور نہ یزید کے خلاف علان جنگ فرمایا۔ ورنہ کیا نواسہ رسول مقبول ﷺ کی بات میں اتنا اثر بھی نہ ہوتا کہ لوگ ساتھ چل دیتے۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت جنگ کے لیے نکلے ہی نہ تھے مقصد اصلاح احوال تھا۔ ورنہ جنگ کے لیے کون مستورات اور بچوں کو لے کر بغیر کسی فوجی قوت کے چل نکلے گا۔ آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام فرمانے کا تھا جہاں آپ کا گھر پہلے سے موجود تھا اور پھر کوفہ والوں کی مسلسل چٹھیوں اور دعوتوں نے آپ کا میدان اس طرف کر دیا تھا۔ اب اگر حکومت کوفہ والوں کو مطمئن کر دیتی تو حضرت کا حکومت سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اور اگر نہ کر سکتی اور آپ ان کی قیادت و سیادت قبول فرماتے تو حق بجانب تھے، لہٰذا آپ چل دیئے۔ اثنائے راہ میں وہ خط ملا جو حضرت مسلمؓ نے شہادت سے قبل تحریر کیا تھا اور ساتھ حضرت مسلمؓ کی خبر بھی آپ نے احباب سے مشورہ فرمایا، کہ واپس چلیں یا کوفہ پہنچیں تو حضرت کا فیصلہ کوفہ پہنچنے کا تھا۔ ممکن ہے آپ کا خیال ہو کہ میرا ذاتی طور پر وہاں موجود ہونا اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے نیز حضرت مسلمؓ آخر کیسے شہید ہوئے۔ وہ کوفی کہاں گئے جن کی دعوت تھی اور قاتل کون ہے نیز آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام کا تھا جس کے لیے بہرحال کوفہ تو جانا ہی تھا۔

یہاں یہ بات قابلِ غور رہے، کہ یہ مکہ سے کوفہ جانے والا قافلہ کربلا کیسے پہنچا۔ جو کوفہ سے دمشق کے راستے پر پھر کوفہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہوا یہ کہ جب یہ قافلہ القرعا کے مقام پر پہنچا تو یہاں فوجی دستے متعین تھے۔ جنہوں نے راستہ روکا اور کمال یہ ہے کہ یہ دستے کوفیوں پر مشتمل تھے، وہاں باتیں ہوئیں، بیعت یزید کا مطالبہ ہوا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا میں تو تمہارے بلانے پر آیا ہوں۔ یزید یا حکومت کے ساتھ میرا ذاتی جھگڑا ہے اب اگر تم اس حکومت پر راضی ہو تو ٹھیک ہے، بات ختم میرا راستہ چھوڑ دو۔ مگر وہ نہ مانے اور بیعت پر اصرار کرتے رہے، یہاں یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے خط بھیجنے سے بے خبری ظاہر کی، مگر حضرت حسینؓ نے ایک ایک کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں کیا تو نے چٹھی نہیں لکھی، اے فلاں ابن فلاں

کیا تو نے قاصد نہیں بھیجا۔ الغرض بہت ردّ و کد کے بعد یہ طے ہوا۔ کہ چلو سب دمشق چلتے ہیں وہاں یزید کے روبرو فیصلہ ہو گا۔ چنانچہ یہ قافلہ اور فوجی القرعا سے دمشق کو چلے، جبکہ کوفہ ایک سمت چھوڑ دیا اور کربلا وہ مقام ہے، جو القرعا سے تیسری منزل ہے اور کوفہ سے دمشق دینہ، مکہ مکرمہ سے آنے والا راستہ بھی مل جاتا ہے، جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے اور تمام مقامات آج بھی روئے زمین پر موجود ہیں۔ یہ بات کہ یہاں کوئی کفر و اسلام کا مقابلہ تھا۔ درست نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت حسینؓ اپنی رائے ہرگز تبدیل نہ فرماتے۔ کہ یزید تو اپنی جگہ موجود تھا اور حضرت حسین نے کوفی لشکر کے سامنے جو مطالبہ رکھا، وہ تین خصوص پر مشتمل تھا۔ اول مجھے واپس جانے دو، دوم مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ سوم مجھے کسی دوسرے ملک یا سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔

لہٰذا اندازاً ۲ محرم کو آپ القرعا سے نکلے اور سب اسی بات پر متفق تھے کہ دمشق کو چلتے ہیں، چنانچہ ۷ محرم کو العذیب ۸ محرم کو قصرِ مقاتل اور ۹ محرم کو کربلا پہنچے یہ تاریخی حقیقت ہے، بہر حال حضرت حسینؓ نے کربلا میں قیام فرمایا اور ستانے کے لیے دس محرم کو سفر ملتوی رکھا۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ کوفی جن پر یہ لشکر مشتمل تھا اکثر نماز حضرت حسینؓ کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ کربلا میں ظہر کی اذان ہوئی تو بیشتر آ گئے۔ حضرت نے پھر وہی بات چھیڑ دی، کہ تم عجیب لوگ ہو، پہلے مجھے دعوت دی، پھر خود یزید سے مل گئے۔ چلو یہ بھی ٹھیک ہوا مگر اب میرا راستہ روکنے کا تمہیں کیا حق حاصل ہے، چنانچہ جب انہوں نے خطوط سے لاعلمی ظاہر کی، تو حضرت حسینؓ نے خطوط سے بھری تھیلیاں منگوائیں اور ڈھیر کر دیں، جن میں ہزاروں خطوط تھے، اور ۵۰ خطوط ایسے تھے۔ جن کے حاشیہ پر کئی کئی افراد کے دستخط ثبت تھے یہ ساری بات شیعہ حضرات کی خلاصۃ المصائب کے صفحہ ۵ پر بھی موجود ہے، جب یہ بات حُر نے کوفہ کے ان سرداروں کے سامنے بیان کی اور خطوط کے بارے میں بتایا تو انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ دمشق پہنچ کر کیا ہو گا۔ وہ یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت حسینؓ کو قتل

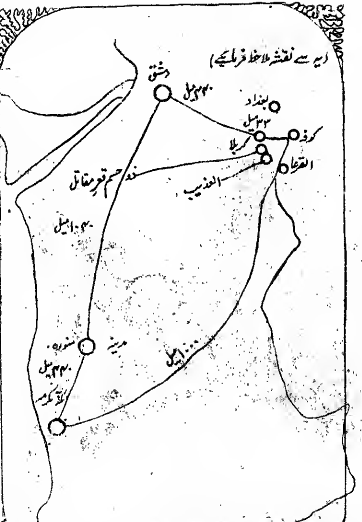
دمشق
۸۴۰ میل
بغداد
۳۲ میل
کوفہ
کربلا
العذیب
۱۰۴۰ میل
مدینہ منورہ
۲۴۰ میل
مکہ مکرمہ
۱۰۰۰ میل

کرنا سیاسی اعتبار سے بھی یزید کو بلا کر رکھ دے گا۔ اور یہ کسی طرح اس کے حق میں نہیں ہو گا۔ لیکن اگر حضرت حسینؓ کو یہاں شہید کر دیا جاتے۔ تو خطوط بھی تلف ہو سکتے ہیں اور واقعہ کی ذمہ داری یزید کے نام پر ہو گی، لہٰذا ایک عالم اس کے خلاف غم و غصہ سے بھر جائے گا۔ پھر اس کے لیے ہمارے ساتھ بگاڑنا بھی آسان کام نہ رہے گا۔ یہ وہ سوچ تھی، جس نے عصر سے قبل ہی ان کو حضرت حسینؓ کی اقامت گاہ پر بے خبری میں ٹوٹ پڑنے کے لیے اکسایا اور یوں جگر گوشۂ بتول کا چمن ان ظالموں کی ٹاپوں تلے تھا۔ چند خدام ہمراہ تھے، صاحبزادگان اور بھتیجے یا کچھ لوگ انہی کوفیوں میں تھے، جو بلانے کو گئے تھے، یا پھر حرؓ جو خطوط دیکھ کر کوفیوں سے نالاں تھا۔ ساتھ شہید ہوا۔ یہ چند نفوس مقدسہ تھے۔ جو ظلماً سازش کر کے نہایت بے دردی سے شہید کر دیئے گئے مختصر یہ کہ شہادت حسینؓ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلافات سے پُر ہیں، اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند کرنا آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں کا اتارا جانا، نعش مبارک کا زد و کوب سُم اسپاں کیا جانا، اہل بیعت کی غارت گری، نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہیں حالانکہ اس میں سے بعض سرے سے غلط اور بے بنیاد ہیں۔

واقعۂ کربلا اس قدر اہم تھا۔ کہ کوفیوں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ورنہ شمر حضرت علیؓ کا سالا اور حضرت حسینؓ کے بھائیوں جعفرؓ، عباسؓ اور عثمانؓ کا حقیقی ماموں تھا جنگ صفین میں نہایت بے جگری سے لڑا، ابن سعد حضور ﷺ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اور حضرت امام حسینؓ کا رشتہ میں نانا۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ دیر تک حضرت حسینؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، بلکہ خود یزید کی بیوی عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی سوتیلی بیٹی اور حضرت حسینؓ کی بھانجی تھیں، چچازاد بھائی کے ناطے سے بھتیجی بھی چنانچہ اس سانحہ عظیم کے متعلق جس کی تاریخی شہادت کا حوالہ تو دے ہی دیا ہے اس قدر مزید حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں کہ خود ایک علیحدہ دفتر بن جائے۔

کوفہ کو عہدِ فاروقی کی ایک فوجی چھاؤنی تھی جو ۱۵ھ میں بنائی گئی رفتہ رفتہ شہر بن گیا۔ اور مختلف علاقوں کے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے۔ یہود کی زیرِ زمین خلافِ اسلام تحریک جس کے ہاتھ حضرت عمرؓ کے مبارک خون سے آلودہ اور جس کی تلوار حضرت عثمان غنیؓ کے خون سے رنگین تھی جس کی عبا سے تاحال خونِ علیؓ خشک نہیں ہوا تھا اس کا مرکز بھی کوفہ تھا۔ اور اس کے داعی اور بانی عبداللہ ابن سبا کے سب سے زیادہ معتمد شاگرد کوفہ میں ہی تھے اور شیعانِ علی کہلواتے تھے، یہ ایک سیاسی غلاف تھا کہ ہم سیاست میں حضرت علیؓ کے طرفدار ہیں۔ مگر باطنی طور پر یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے، لہٰذا انہوں نے کبھی حضرت علیؓ سے بھی وفا نہ کی، ذرا ان کے بارے میں حضرت علیؓ کی رائے شیعہ کتب کے حوالے سے سن لیں۔

(نہج البلاغہ از قسم اول ص۲۵)

"وائے مردوں کے ہم شکل نامردو! لڑکیوں کی سی سمجھ رکھنے والو! عورتوں کی سی عقل رکھنے والو! مجھے آرزو ہے کہ کاش میں نے تم کو نہ دیکھا ہوتا۔ اور نہ پہچانا ہوتا یہ پہچاننا ایسا ہے کہ واللہ اس سے پشیمانی حاصل ہوئی، اور رنج لاحق ہوا۔ خدا تم کو غارت کرے تحقیق تم لوگوں نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کر دیا، تم لوگوں نے مجھے غم کے گھونٹ سانس لے لے کے پلائے۔ اور نافرمانی کر کے اور ساتھ نہ دے کر میری رائے کو خراب کر دیا، یہاں تک قریش کے لوگ کہتے ہیں کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے۔ لیکن اس کو لڑائی کے فن کا علم نہیں"

حضرت علیؓ یہ سب اوصاف ان کے بیان فرما رہے ہیں جو محبانِ اہل بیت اور شیعانِ علیؓ ہیں۔

غرض اس سبائی ٹولہ نے یہ قیامت توڑی اور پھر لوط بن یحییٰ نامی جس کا لقب ابی مخنف تھا، ۱۹۰ھ میں اس نے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد رطب و یابس، جمع کر کے "مقتل حسینؓ" نامی کتاب لکھی۔ جسے بعد کے مؤرخوں نے بنیاد بنایا اور ساڑھے تین سو سال بعد معز الدولہ نے ایک

علیحدہ مذہب شیعہ کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی، جسے ابوجعفر کلینی نے الکافی نامی کتاب میں ترتیب دیا تھا۔ کلینی کا سن وفات ۳۲۹ھ ہے اس نے مذہب کی روایات کو حضرت جعفرؒ کی طرف منسوب فرمایا جو اس سے تقریباً ۲ صدی پہلے گزر چکے تھے۔ اور مذہب کی بنیادی کتابوں میں سے صرف یہی کتاب ہے، جو سب سے کم عرصہ بعد لکھی گئی۔ ورنہ **من لایحضرۃ الفقیہ** محمد بن علی ابن بابویہ قمی نے ۳۸۱ھ میں تہذیب الاحکام اور استبصار محمد بن حسن طوسی نے ۴۶۵ھ میں لکھیں اور اس طرح واقعہ کربلا کو مذہب شیعہ کی بنیاد بنا کر اہل سنت کے خلاف نفرت کا الاؤ روشن کیا جو اب تک پورے عالم اسلام کی تباہی کا موجب بن رہا ہے ان ظالموں نے ایک متوازی اسلام جاری کر دیا۔ اور کلمہ کے مقابل میں کلمہ، نماز کے مقابل میں نماز، وضو کے مقابل وضو کا طریقہ غرض حج، زکوٰۃ کوئی عبادت نہ چھوڑی جس کے مقابل اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا، کتاب اللہ کا انکار کیا، عقائد توحید و رسالت میں تبدیلی کی، ذات رسول اقدس ﷺ ازواج مطہراتؓ، بنات رسول مقبول ﷺ اور صحابہ رسول ﷺ پر زبان طعن دراز کی، اہل بیت رسول ﷺ کو ظلماً قتل کیا اور اس ظالمانہ فعل کو آڑ بنا کر اسلام کو فسانہ آزاد بنانے کے درپے ہیں۔

یہ وہ قیامت تھی، جو میدان میں حضرت حسینؓ پر وارد ہوئی۔ مگر اب کرب یہ ہے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں، مگر ظالموں نے انہیں معاف نہ کیا، بلکہ جھوٹ پر جھوٹ تراش کر ان کے ذمہ لگاتے جا رہے ہیں۔

بنوامیہ نے ابن سبا کی پیدا کی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے۔ لیے ہاشمیوں کے ساتھ ان کے حسب حال عزت و اکرام کا سلوک روا رکھا، سب کے روزینے مقرر کئے جاگیریں بھی عطا کیں۔ لیکن اس کے باوجود ابن سبا نے جو منافرت پھیلائی تھی، اور ہاشمیوں کے حقدار خلافت ہونے کا عقیدہ وہ فتنہ پروری اور اسلامی حکومت کی تباہی کا سبب بنتا رہا ہے جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو دمشق اور مدینہ کے درمیان حمیمہ کی جاگیر عطا کی۔
(۲) ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ کو حجاز میں بیش قیمت وظائف دیئے۔
(۳) زید بن علی بن حسین کوفہ میں نہایت معقول وظیفے پاتے تھے۔

اس کے باوجود ابن سبا نے جو قبائلی منافرت پھیلائی تھی وہ رہ رہ کے اُبھرتی رہی۔ ہاشمیوں کے حقدار خلافت ہونے کا عقیدہ جو ابن سبا نے ایجاد کیا تھا وہ فتنہ پردازی کا موجب بنتا رہا مثلاً۔

(۱) سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں ابو ہاشم حمیمہ میں محمد بن علی کے پاس رہ گئے وہیں فوت ہوئے مگر محمد بن علی کو وصیت کی کہ بنوامیہ سے سلطنت چھین لی جائے چنانچہ اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے علویوں کے شیدائی حرث بن شریح ازدی نے خراسان میں حمایت اہل بیت کے نعرہ پر ۴ ہزار جانباز تیار کیے اور حکومت کے خلاف بغاوت کی اور بلخ پر قابض ہوگیا، پھر جرجان اور مرو پہنچا اور اس کی فوج ۶۰ ہزار ہوگئی حاکم مرو نے یہ بغاوت کچل دی
(۲) ۱۰۰ھ میں محمد بن علی نے عراق اور خراسان میں اپنے نقیب بھیجے اور خفیہ طور پر اپنی امامت کی بیعت لینا شروع کی۔
(۳) ۱۲۲ھ میں زید بن علی نے کوفہ میں جنگ کے لیے بیعت لینا شروع کی ۱۵ ہزار آدمی بیعت ہو گئے۔ زید نے اپنی امامت کا اعلان کر دیا، کوفہ کے حاکم یوسف بن عمر ثقفی نے مقابلہ کیا اور صرف ۲۰۰ کوفی زید کے ساتھ رہ گئے باقی سب چھوڑ گئے، زید قتل ہوئے
(۴) ۱۲۴ھ میں محمد بن علی فوت ہوئے تو ان کے بیٹے امام ابراہیم بن محمد کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگی۔
(۵) ۱۲۵ھ میں ابراہیم نے ابومسلم خراسانی کو تمام داعیوں کا افسر بنا کر خراسان بھیجا۔
(۶) ۱۲۶ھ میں ابومسلم پوری سرگرمی سے مصروف عمل ہوگیا اور مرو پر قابض ہوگیا، امام ابراہیم نے اسے لکھا کہ خراسان میں کسی عربی النسل کو زندہ نہ چھوڑنا یہ خط پکڑا گیا۔

مروان الحمار نے ابراہیم کو حمیمہ سے گرفتار کر لیا وہ قید ہی میں مر گیا۔ اس نے وصیت کی کہ ابو العباس سفاح میرا جانشین ہو گا۔

یہاں تک علوی اور عباسی متحد ہو کر بنو ہاشم کی حیثیت سے مسلمانوں کی پُرامن سلطنت کے خلاف برسرپیکار رہے سنہ ۱۳۰ھ میں دونوں پارٹیوں کی مکہ میں کانفرنس ہوئی اور یہ طے پایا کہ امویوں کی خلافت تو اب مٹنے والی ہے، لہٰذا اولادِ علی میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ یہ اسی کی صدائے بازگشت تھی جو ابن سبا نے پہلے دن اس تحریک کے کان میں پھونکی تھی۔ چنانچہ محمد نفس زکیہ کا انتخاب کیا گیا۔ مگر جب موقع آیا تو عباسیوں میں سے عبداللہ بن سفاح کوفہ پہنچا اور سنہ ۱۳۲ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ گو ابو سلمہ نے جو امام ابراہیم کا نقیب تھا، امام جعفر کو لکھا کہ کوفہ آ جائیے اور خلافت سنبھال لیجیے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

محمد نفس زکیہ کے والد عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے سفاح سے شکایت کی کہ خلافت ہمارا حق ہے۔ اور مکہ کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی ہو چکا ہے، یہ شکایت اس تحریک میں ایک نیا موڑ تھا اب بنو ہاشم اور بنو امیہ کی بجائے ہاشمیوں کے دو گروہ بن گئے۔ یعنی علوی اور عباسی اور ان کی آپس میں ٹھن گئی۔

سفاح نے دیکھا کہ علویوں کو خاموش کرانا ضروری ہے اس لیے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو ۲ لاکھ درہم ۸۰ ہزار دینار اور بے شمار جواہرات دے کر راضی کر لیا وہ تو راضی ہو گئے، مگر امن کی فضا پیدا ہونا سبائی تحریک کے مزاج کے خلاف تھی۔ امویوں کے برعکس علویوں کے ساتھ عباسیوں کا سلوک دوسری قسم کا تھا۔ ابو مسلم نے سفاح کا ساتھ دیا اور تمام مدعیان خلافت کو چُن چُن کے قتل کیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یہ اقدام مستقل وجہ خصومت بن گیا اور علویوں نے عباسیوں کے خلاف سازش، شورش اور خروج کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو سینکڑوں برس تک جاری رہا۔

سبائی تحریک کو مناسب ماحول تو مل ہی چکا تھا کیونکہ دنیا صحابہؓ کے وجود سے خالی

ہوگئی تھی اور اس تحریک کو وہ نسل مل گئی جو دین سے ناآشنا اور خالص دنیا پرست لوگ تھے صحابہؓ کے اٹھ جانے کا اجمالی نقشہ یہ ہے۔

مصر میں آخری صحابی عبداللہؓ بن حارث ۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

شام میں ابوامامہ باہلیؓ ۸۶ھ میں، کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفی ۸۶ھ میں ہیفہ میں سائب بن یزیدؓ ۹۱ھ میں، بصرہ میں انس بن مالکؓ ۹۳ھ میں فوت ہوئے بلکہ دوسری صدی کے پہلے ربع میں جلیل القدر تابعی بھی دنیا سے رخصت ہوگئے ۱۰۴ھ میں ابوعمر شعبیؒ ۱۰۶ھ میں سالم بن عبداللہؒ ۱۰۷ھ میں عکرمہ مولی ابن عباسؓ ۱۱۰ھ میں حسن بصریؒ ۱۱۴ھ میں عطا بن ابی رباحؒ ۱۱۷ھ میں نافع مولی ابن عمرؓ ۱۱۸ھ میں قتادہؒ ۱۲۴ھ میں ابن شہاب زہریؒ اور ۱۲۷ھ میں عبداللہ بن دینارؒ فوت ہوئے۔

سبائی تحریک علوی عباسی تصادم کے روپ میں

عبداللہ بن سبا نے اولادِ علیؓ کے حق خلافت کا شاخسانہ اٹھا کر مسلمانوں کی سیاسی یک جہتی کو انتشار اور تشتت وافتراق میں کچھ اس طرح تبدیل کر دیا کہ علوی حضرات اس تحریک کے ہاتھ میں کھلونا بن گئے اور انہیں ہر موقع پر اس خطرناک کھیل میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی مکہ کانفرنس نے اس شوق کے لیے مہمیز کا کام دیا۔ چنانچہ۔

(۱) منصور عباسی میں محمد نفس زکیہ نے مدینہ میں خروج کیا۔ اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا ۱۴۵ھ میں یہ بغاوت فرو ہوگئی۔

(۲) ۱۶۹ھ میں محمد نفس زکیہ کے چچازاد بھائی حسین بن علی اور نفس زکیہ کے بیٹے حسن بن محمد نے مکہ اور مدینہ میں خروج کیا اور ان پر قابض ہوگئے مگر دونوں مارے گئے

(۳) ۱۷۵ھ میں یحییٰ بن عبداللہ برادر نفس زکیہ جو دیلم میں خفیہ تحریک چلا رہے تھے خروج

کیا، ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو فوج دیکر بھیجا اس نے صلح کرا دی۔

(۴) ۱۹۹ھ میں محمد نفس زکیہ کے چچا زاد بھائی کے پوتے ابن طبا طبا نے خروج کیا اور کوفہ پر قابض ہو گیا۔

(۵) ۲۰۰ھ میں محمد بن جعفر نے ابوالسرایا کے تعاون سے بغاوت کی مگر گرفتار ہوا۔

(۶) ۲۰۱ھ میں بابک خرمی نے خروج کیا۔ ۲۰ برس تک آذربائیجان میں حکومت کی ایک لاکھ پچیس ہزار آدمی قتل کر لئے۔
۲۲۲ھ میں بابک قتل ہوا۔

(۷) ۲۱۸ھ میں محمد بن قاسم بن علی نے خراسان میں خروج کیا۔
۲۱۹ھ میں قید کر لیا گیا۔

ان دو صدیوں میں اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے قبائلی عصبیت سے کام لینے کے علاوہ سبائیوں نے خود اپنی جماعت میں مذہب کے نام پر جو اعتقادی فرقے پیدا کئے وہ گو بظاہر ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف تھے لیکن اسلام کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ ان کا یہ اختلاف محض طبائع مزاج اور ذاتی مفاد کی بنا پر تھا، مگر چونکہ اسلام کے نام سے یہ عقیدے ایجاد کیے گئے اور ان کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا تھا اس لیے ان کا اجمالی تعارف ضروری ہے۔

(۱) **شیعہ مخلصین**: حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ برحق مانتے تھے، باقی حضرات کو بُرا نہیں کہتے تھے۔

(۲) **تفضیلیہ**: حضرت علیؓ کو تمام صحابہؓ سے افضل سمجھتے تھے، اصحاب ثلاثہ کو اس لیے بُرا نہیں کہتے تھے کہ وہ حضرت علیؓ کی رضامندی اور اجازت سے خلیفہ بنے تھے۔

(۳) **تبرائیہ**: صحابہؓ کو ظالم، اصحاب ثلاثہؓ کو غاصب بلکہ کافر تک کہتے تھے۔

(۴) **غلاۃ**: ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ میں حلول کیا ہے۔

(۵) **کاملیہ** : ان کا عقیدہ تھا کہ تمام صحابہ اس لیے کافر ہیں کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا اور حضرت علیؓ اس لیے کافر ہیں کہ ان کے خلاف نہیں لڑے اور کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔

(۶) **کیسانیہ** : یہ حضرت حسنؓ کی امامت کے منکر ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے بعد محمد بن حنیفہ کو امام برحق مانتے ہیں۔

(۷) **مختاریہ** :۔ یہ مختار ثقفی کو نبی اور عالم الغیب مانتے ہیں یہ بعد میں اسماعیلیہ بن گئے

(۸) **ھاشمیہ** :۔ یہ لوگ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ کو امام برحق مانتے ہیں۔

(۹) **زیدیہ** :۔ زید بن علی سے منسوب ہے۔

(۱۰) **منصوریہ** :۔ ابو منصور عجلی سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے جبرئیل نے پیغام پہنچانے میں غلطی کی ہے نبوت ختم نہیں ہوئی حضرت علیؓ کو رسول مانتے ہیں

(۱۱) **مفضلیہ** : حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔

(۱۲) **غرابیہ** : حضرت علیؓ کو نبی کریمؐ ایسی مشابہت تھی جیسی ایک کوے کو دوسرے کوے کے ساتھ ہوتی ہے اسی وجہ سے جبرئیل دھوکا کھا گئے اور حضرت علیؓ کی بجائے محمد ﷺ کو نبوت دے گئے۔ یہ جبرئیلؑ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۳) **ذمیم** :۔ حضرت علیؓ کے جسم میں اللہ نے حلول کیا ہے اور محمد رسول ﷺ کو حکم تھا کہ لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرف دعوت دیں انہوں نے اپنی طرف دعوت دینا شروع کر دیا اس لیے یہ حضور اکرم ﷺ کو برا کہتے ہیں۔

(۱۴) **علیایہ** :۔ حضرت علیؓ خدا تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی اور آپ حضرت علیؓ کے متبع اور مطیع تھے۔

(۱۵) **اثینیہ** :۔ حضرت علیؓ اور رسول کریم ﷺ دونوں یکساں طور پر نبوت میں

شریک تھے، ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔

(۱۶) **خطابیہ**:- ہر اُمت کے لیے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق ایک صامت آنحضرت ﷺ رسول ناطق ہیں اور حضرت علیؓ رسول صامت حضرت علیؓ کی اولاد سب انبیاء میں داخل ہیں۔

(۱۷) **معمریہ**: خطابیہ کی ایک تناخ ہے یہ قیامت کے قائل نہیں، شراب، زنا کو جائز اور نماز کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱۸) **اسمٰعیلیہ**: اسماعیل بن جعفر صادق کو امام برحق سمجھتے ہیں اور ان کی موت کے قائل نہیں۔

(۱۹) **تفویضیہ**: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور حضرت علیؓ کو پیدا کر کے تمام دنیا کا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ ان کے بعد اماموں کے سپرد ہے۔

(۲۰) **جارودیہ**:- اولاد علیؓ میں امامت زین العابدین کے بعد زید کو پہنچی پھر حضرت حسنؓ کی اولاد میں پہنچی۔

اسی طرح کے اور کئی فرقے پیدا ہوئے مگر ان سب میں عبداللہ بن سبا کی آواز کہ امامت علیؓ کا حق ہے مختلف سروں میں نکل رہی ہے۔

(۸) ۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنیفہ نے مصر میں بغاوت کی۔ ابن طولون نے اس بغاوت کو فرو کیا۔

(۹) ۲۵۶ھ میں علی بن زید نے کوفہ میں خروج کیا، مگر گرفتار ہوا۔

(۱۰) ۲۵۶ھ میں حسین بن زید علوی نے رے پر قبضہ کر لیا۔

(۱۱) ۲۷۸ھ میں محمد بن زید نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ سامانیوں نے اس کا خاتمہ کیا۔

(۱۲) ۲۷۸ھ میں محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم نے مدینہ میں خروج کیا۔ اس کے بھائی علی بن حسن نے بھائی کے خلاف خروج کیا مکہ اور مدینہ میں خانہ جنگی رہی۔

(۱۳) ۲۷۸ھ میں کوفہ میں حمدان قرمط ایک غالی شیعہ نے نیا مذہب ایجاد کیا اسمٰعیل بن جعفر کو امام برحق اور محمد بن حنیفہ کو رسول کہتا تھا، دن میں دو نمازیں سال میں دو روزے فرض، شراب حلال کر ڈالی۔

۲۸۶ھ میں قرامطہ نے خروج کیا اور بصرہ پر قابض ہو گئے، مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا۔

(۱۴) ۲۸۸ھ میں علویوں نے یمن میں قبضہ کر کے زیدیہ حکومت قائم کی۔

(۱۵) ۲۸۹ھ میں ابوسعید قرمطی نے عراق پر قبضہ کیا پھر دمشق فتح کیا۔

۲۹۱ھ میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔

(۱۶) ۲۹۶ھ میں ایک مجوسی عبید اللہ نے اپنے آپ کو علوی اور فاطمی کہہ کر ملا دیت کا دعویٰ کے ساتھ دولت عبیدیہ کی بنیاد رکھی، افریقہ میں دولت اغلبیہ کا خاتمہ کیا۔

(۱۷) ۳۰۱ھ میں حسن بن علی علوی نے جو طراوش کے نام سے مشہور ہے صوبہ طبرستان پر قبضہ کر لیا

(۱۸) ۳۰۴ھ میں والی خراساں نے طراوش کو قتل کیا۔

(۱۹) ۳۱۱ھ میں ابوسعید جنابی قرمطی نے بصرہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

(۲۰) ۳۱۲ھ میں ابوطاہر قرمطی نے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ پھر کوفہ پر حملہ آور ہوا خلیج فارس سے فلسطین تک اور بصرہ سے مکہ تک قرامطہ چھا گئے۔ ۳۱۶ھ تک سارے عراق پر قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔

(۲۱) ۳۱۸ھ میں ابوطاہر قرمطی نے مکہ پر حملہ کر کے حاجیوں کا قتل عام کیا۔ چاہِ زمزم کو مقتولین کی لاشوں سے پُر کر دیا، سنگ اسود اکھیڑ کر بحرین لے گیا۔ ۳۳۹ھ میں سنگ اسود واپس لایا گیا۔

(۲۲) ۳۵۱ھ میں معز الدولہ دیلمی نے جامع مسجد بغداد کے دروازہ پہ صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے نام لعنت کے الفاظ لکھوائے اور سرکاری طور پہ عید غدیر منانے کا حکم دیا۔

۳۵۲ھ میں معزالدولہ نے ۱۰ محرم کو یوم غم منانے کا حکم دیا، دکانیں بند کرنے اور ماتمی سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا، نوحہ کرنے جلوس نکالنے عورتوں کو بال کھول کر بازاروں میں مرثیہ پڑھنے، منہ نوچنے کا حکم دیا، ۳۵۳ھ میں اسی روز مسلمانوں کو بھی شامل ہونے کا حکم دیا۔ جس پر فرقہ وارانہ فساد ہوگیا، کشت وخون ہوا۔ معزالدولہ کی یہ دونوں فتنہ پروربدعتیں آج تک دین شیعہ کے مہمات مسائل کی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔

(۲۳) ۳۶۰ھ میں معزالدولہ کے بیٹے عزالدولہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص نماز تراویح نہ پڑھے۔

(۲۴) ۳۷۳ھ میں شیعہ اسماعیلیہ نے ایک سیاسی انجمن قائم کی جس کے ممبر اخوان الصفا کہلاتے ہیں۔

(۲۵) ۳۹۳ھ میں دمشق کے شیعہ گورنر نے ایک مسلمان امیر کو گدھے پر سوار کرکے سارے شہر میں پھرایا ایک آدمی منادی کرتا جاتا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت رکھے پھر اس کو شہید کر دیا۔

(۲۶) ۳۹۵ھ میں عبیدی شاہ مصر نے مسلمان علماء کو قتل کرایا اور مسجدوں دروازوں اور اور شارع پر صحابہؓ کے نام گالیاں لکھوادیں۔

(۲۷) ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ دیلمی نے بغداد میں حکم دیا کہ نماز کے وقت اذان نہ کہی جائے بلکہ نقارہ بجایا جاتے، چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور بغداد میں فرقہ وارانہ ہنگامے برپا ہونے لگے ۴۴۷ھ میں طغرل بیگ سلجوقی نے دیلمیوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا اور عباسی خلیفہ کو اپنی حمایت میں لیا، اور علوی عباسی چپقلش کا خاتمہ ہوا مگر وہ بھی بالکل وقتی اور عارضی ثابت ہوا۔

(۲۸) ۴۵۰ھ میں پھر شیعوں نے موصل سے فوجیں لاکر بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اور بغداد کو جی بھر کے لوٹا۔ طغرل بیگ ہمدان کی بغاوت فرو کرنے گیا ہوا تھا ۴۵۱ھ میں واپس آیا تو شیعہ بھاگ گئے۔

(۲۹) ۴۸۳ھ میں حسن بن صباح نے قلعہ الموت میں باطنی سلطنت کی بنیاد رکھی، جو ڈیڑھ سو سال تک مسلمانوں کے لیے اذیت کا باعث بنی رہی۔

(۳۰) ۶۵۶ھ میں خلیفہ بغداد کا وزیر علقمی شیعہ تھا اور ہلاکو خان کا وزیر نصیر طوسی بھی شیعہ تھا دونوں نے مشورہ کر کے عباسی خلیفہ کو منگولوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا اور عباسی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سازش میں ایک کروڑ ۶ لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور عباسی علوی آویزش ختم ہوئی، مگر مسلمانوں کی ساڑھے چھ صدیوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے سبائیوں نے دم لیا۔

ہندو پاکستان میں خلجیوں نے جاسوسی کا نظام ایسا سخت رکھا تھا کہ کسی سازش کو پنپنے کا موقعہ نہ ملا۔ مگر سبائی خفیہ طور پر سرگرم عمل رہے، فیروز تغلق کے زمانے میں "رسالہ فتوحات فیروز شاہی" لکھا گیا، اس میں اس سبائی تحریک کا ذکر یوں ملتا ہے:

"کچھ لوگ دہریت کے رنگ میں کفریہ عقائد پھیلا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اباحیت کی دعوت دیتے ہیں۔ ایک رات کو ایک مقررہ مقام پر جمع ہوتے ہیں مرد عورتیں محرم نامحرم سب اکٹھے ہوتے ہیں، شراب پیتے ہیں کہتے ہیں یہ عبادت ہے۔ رات کو جس عورت کا دامن جس کے ہاتھ آ جاتے وہ رات بھر اس سے زنا کرتا رہے ان کو شیعہ در روافض کہتے ہیں۔
خلفاء راشدین اور صدیقہ کائنات اور صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں، قرآن مجید کو صحیفہ عثمانی کہتے ہیں، لواطت کرتے ہیں اور ایسی حرکات کرتے ہیں جو دین اسلام میں جائز نہیں۔"

تیمور شیعیت کی طرف مائل تھا۔ ہمایوں کی وجہ سے شیعیت کا عمل دخل بڑھنے لگا۔ میر فتح اللہ شیرازی ہندوستان کا صدر الصدور مقرر ہوا، نور اللہ شوستری، حکیم ہمام اور حکیم ابوالفتح کے ذریعے سبائیت عروج کو پہنچی ۹۹۹ھ میں حلال و حرام کے نئے شاہی احکام

صادر ہوئے۔

دسویں صدی کے شروع میں شاہ طاہر اسماعیلی باطنی نے دکن سلاطین کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ۹۲۶ھ میں بیجاپور کی عادل شاہیہ کو شیعہ بنایا اور فساد برپا کرنے لگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ مذہب ترک کیا تو پبلک نے سکھ کا سانس لیا۔

شاہ طاہر وہاں سے بھاگ کر احمد نگر پہنچا اور برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو سبائیت کا پیرو بنایا۔ نظام نے خطبہ جمعہ میں سے خلفائے راشدین کا نام خارج کر کے بارہ اماموں کا کے نام داخل کر دیئے، تبرا کرنے والوں کے شاہی خزانے سے ظیفے مقرر ہوئے۔

شاہ طماسپ صفوی شاہ ایران کو جب یہ خبر ملی تو نہایت قیمتی تحفے برہان نظام شاہ طاہر کو بھیجے، یہ وہ زمانہ تھا کہ ہمایوں ایران میں شاہ طماسپ کا مہمان تھا۔

دسویں صدی کے خاتمے پر احمد نگر، بیجاپور گولکنڈہ اور باقی سارے دکن میں سبائیت کا زور ہو گیا۔

نواب صفدر جنگ حاکم اودھ سبائی تحریک کا پیشوائے اعظم تھا اور روہیلکھنڈ کے پٹھان پکے مسلمان تھے، نواب اودھ کی روہیلوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ نواب نجیب الدولہ نے روہیلکھنڈ میں دینی تعلیم کی اشاعت کے لیے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کیا صفدر جنگ نے اس دین پسندی کا انتقام لینے کے لیے اور روہیلکھنڈ کو برباد کرنے کے لیے مرہٹوں کو فوجیں لانے کی دعوت دی۔ روہیلکھنڈ کے مسلمانوں نے مرہٹوں کا خوب مقابلہ کیا مگر مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا، احمد شاہ درانی نے پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹوں کا زور توڑا۔ صفدر جنگ کے جانشین شجاع الدولہ شاہ اودھ نے انگریزوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور بریلی کی طرف پیش قدمی کر دی، روہیلکھنڈ کے مسلمان بری طرح روندڈالے گئے۔ سبائیت کی تحریک اور انگریزوں کی مدد سے روہیلکھنڈ ۱۲ ویں صدی کے آخر میں برباد ہوا۔ اور تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں اس متفقہ کوشش سے

دہلی کی اسلامی سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

بغداد کی اسلامی سلطنت سبائی تحریک کے نمائندہ علقمی اور نصیر طوسی کی سازش سے تباہ ہوئی اور دہلی کی اسلامی سلطنت اسی تحریک کے نمائندہ شجاع الدولہ کی سازش سے برباد ہوئی۔

شام

ملک شام پر کافی دیر تک فرانس کا قبضہ رہا ۔ ۱۹۴۰ء میں شام آزاد ہُوا ۔ آزادی سے لے کر ۱۹۷۰ء تک سُنّی مسلمانوں کی حکومت رہی ۔ اور علویوں (شیعہ) کو کوئی اہمیّت حاصل نہ تھی ۔ چونکہ علویوں کی آبادی ۱۲½ فیصد تھی ، فرانسیسی دورِ حکومت میں پارلیمنٹ میں شیعہ مخصوص اقلیتی سیٹوں پر خاموشی سے بیٹھے رہے ۱۹۴۶ء کے بعد اسلامی حکومت آتے ہی علویوں اور اسماعیلیوں نے مل کر سلیمان المرشد کی زیر کمانڈ حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جو کچلی دی گئی ۔ اور سلیمان المرشد مارا گیا ۔ ۱۹۵۲ء میں شیعہ اور اسماعیلیوں نے سلیمان المرشد کے لڑکے مجیب کی قیادت میں بغاوت کی اور یہ بھی ناکام ہوئی اور مجیب بھی قتل ہو گیا ۔ ۱۹۵۴ء میں علویوں کے فرقہ دروزنے پھر بغاوت کی جوادیب الشیشکلی مسلمان قائد نے پھر کچلی دی ۱۹۵۵ء میں شیعہ کے تینوں گروہوں یعنی علویوں ، اسماعیلیوں اور دروز نے بعث پارٹی میں شرکت کی جو سیکولر ، اور سوشلسٹ ہے ، اور شامی نیشلسٹ کا نعرہ بلند کیا جو مقبول ہوا ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۱ء تک مصر کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے تمام پارٹیاں کالعدم رہیں ، جس کی وجہ سے علویوں کی تحریک پورے زور سے نہ چل سکی ۱۹۶۱ء میں بعث پارٹی کی کوشش سے مصری شامی اتحاد ختم ہوا ۔ الحاق کے خاتمہ پر علویوں کی جماعت بعث اپنے سوشلسٹ نظریات کی بنیاد پر کامیاب ہو چکی تھی ، چنانچہ بعث پارٹی سے وابستہ علوی فوجی افسران نے بغاوت کر دی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک علویوں کے جنرل صالح الجدید کے زیر کمانڈ بعث پارٹی

اور علوی فوجی افسران نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء میں موجودہ صدر حافظ الاسد نے اقتدار پر قبضہ کر کے تمام سُنّی مسلمانوں کا صفایا کر دیا، ان کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اور سُنّی ۸۰ فیصد آبادی کو بے دست و پاکر دیا گیا۔ اور ملک پر غیر اسلامی اور سوشلسٹ حکومت قائم کر کے اسلام گوشہ نشین کر دیا گیا۔ اسی طرح ایک اسلامی مُلک سوشلسٹ ملک میں تبدیل ہوا۔ اور تمام سُنّی تنظیمیں ختم کر دی گئیں، ماضی قریب میں جب بھٹو کے لڑکوں اور پیپلز پارٹی کے باغی کارکنوں نے پی آئی اے جہاز کو اغوا کیا اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا تو وہ بھی ملک شام تھا۔ جو پاکستان کے خلاف ہر سازش میں پیش پیش رہا چونکہ وہ پاکستان کو اہل اسلام کا قلعہ سمجھتے ہیں۔

مُلک ایران

شاہ ایران کے فرار کے بعد امام خمینی کے زیر کمانڈ آنے والے انقلاب میں اہل سُنّت کردوں کو پہلے قتل کیا گیا۔

تمام اہلِ سُنّت علماء اہلسنت جرنیلوں کو قتل کیا گیا یا وطن بدر کیا گیا، مسجدوں کو تالے لگا کر آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا، مسجد دیکھنے کے لیے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ اور اپنی فقہ نافذ کی، اور کسی دوسرے فرقے کو پرچار یا اپنے خیالات کے اظہار سے روک دیا گیا حتیٰ کہ سفیروں کے دفتروں میں بھی نماز شیعہ امام کے پیچھے ادا کرنی پڑتی ہے اور کوئی مسلمان کوئی مذہبی رسوم ادا نہیں کر سکتا، حج پر حاجیوں کی وساطت سے ہر سال حجاز مقدس میں فساد کرایا جاتا ہے پاکستان میں مسلح رضا کار بھیج کر کوئٹہ میں بغاوت کرائی گئی، عراق اور تمام عرب ملکوں کے ساتھ حالت جنگ کا اعلان ہے اسلحہ اسرائیل سے حاصل کیا جا رہا ہے، مسلمان ملکوں سے تعلقات ختم کر کے ہندوستان سے مراسم بنائے جا رہے ہیں۔

عَالَمِ اِسلَام مُتَنَبِّہ ہُوجَائے

خمینی حکومت کا اسرائیل سے گٹھ جوڑ

سواد اعظم اہل سُنّت پاکستان

مریکی ٹیلی ویژن نٹ ورک" اے بی سی" نے تل ابیب میں مقیم اپنے نمائندے کا اسرائیل کے وزیر اعظم" بیگن" سے انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا ہے۔ اس میں وزیر اعظم بیگن نے اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل نے عراق سے دشمنی کی بنا پر ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کا سمجھوتہ کیا تھا، بیگن نے کہا کہ اسرائیلی قانون انہیں اسلحہ کی فراہمی کے سمجھوتے کی تفصیلات ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اس لیے وہ کسی خبر کی تردید یا تصدیق کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اسی پروگرام میں ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کو بھی پیش کیا گیا جنہوں نے تصدیق کی کہ ایران اور اسرائیل کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت ایران کو اسرائیل سے اسلحہ اور فاضل پرزے فراہم کیے گئے ہیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انہوں نے ایران کے مذہبی رہنما خمینی کو بتایا تھا کہ اسرائیل سے اسلحہ خریدنے کے مقابلہ میں عراق سے صلح کر لینا بہتر ہے۔

اسی پروگرام میں اے بی سی نے امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کے سابق پریس سکریٹری جوڈی پاول کا انٹرویو بھی ٹیلی کاسٹ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ جب وہ صدر امریکہ کے پریس سکریٹری تھے اسی زمانے میں ایران اور اسرائیل کے درمیان معاہدہ ہوا تھا اور اس سلسلہ میں بڑی رازداری اور احتیاط برتی گئی تھی، امریکہ کو احساس تھا کہ ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزوں کی شدید ضرورت درپیش ہے ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ایران نے اسرائیل سے اسلحہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے خود کارٹر انتظامیہ نے اسرائیلی حکام کو ایران کی ضروریات سے آگاہ کیا تھا اور اسرائیل نے اس معاملہ میں ہمدردی سے غور

کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔

نتیجۃً ایرانی حکام نے صیہونی ریاست سے تعاون اور گٹھ جوڑ کرنے میں بڑی سرگرمی سے کام لیا اور اسرائیل سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا۔ دونوں ملکوں کے درمیان جو سودا اور معاہدہ ہوا تھا بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پوری دنیا اس سے آگاہ ہو چکی ہے اور خمینی اور مجتہدین کی ذہنیت کا ماتم کر رہی ہے۔ سویت یونین میں ارجنٹائن کے طیارے کے مار گرانے کا واقعہ سے ایرانی قیادت کے چہرے سے نقاب اٹھ گیا ہے، اب ایجنٹوں کے نام، سوئٹزرلینڈ میں رابطہ کی تفصیلات، دلال، متعلقہ بحری جہاز ایران کو فراہم کیے جانے والے اسلحہ کی فہرست اسلحہ اور فاضل پرزوں کی قیمت کی ادائیگی کے کوائف سب ہی طشت از بام ہو چکے ہیں اور ان سے ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کی اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اسرائیل کافی عرصہ سے ایران کو اسلحہ فراہم کرتا رہا ہے۔ ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو ایران کے اسلامی انقلاب کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔

ہفتہ ۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کی فضائی کمپنی کا ایک طیارہ سی ایل ۴۴ سویت یونین کی جمہوریہ آرمینیا میں "یارفین" کے علاقے میں مار گرایا گیا، طیارہ تل ابیب سے تہران کو بارہ میں سے تیسری پرواز پر تھا، طیارے میں گولہ بارود اور امریکی ساخت کے فاضل پرزے تھے جو اسرائیل برسرپیکار ایران کی حکومت کو حسب معاہدہ فراہم کر رہا ہے۔

بعدازاں جمعرات ۲۰ اگست ۱۹۸۱ء کو امریکی ٹیلی ویژن نیٹورک اے بی سی نائٹ لائن کے عنوان سے ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ کیا گیا، اس پروگرام میں ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کا ایک انٹرویو امریکی عوام کے لیے پیش کیا گیا مسٹر ابوالحسن بنی صدر نے انکشاف کیا کہ اسرائیل سے ایران کی مسلح افواج کے لیے اسلحہ اور گولہ بارود کی فراہمی کا سلسلہ کافی عرصے سے جاری ہے انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ اسرائیل سے اسلحہ کی خریداری کا کام ان کی نگرانی میں ہوا تھا اور اس سلسلہ میں اسرائیل اور ایران کے درمیان معاہدہ امام خمینی کے حکم پر کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے خمینی اور

ایرانی مجتہدین کو مشورہ دیا تھا کہ اسرائیل سے اسلحہ خریدنے کی بجائے عراق سے تعلقات کو معمول پر لایا جائے اور امن قائم کر لیا جائے خمینی اور ایرانی مجتہدین نے یہ مشورہ قبول نہ کیا کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ ایران اور عراق میں جنگ بند ہوگئی تو ایرانی عوام کو ان کی غلط کاریوں پر توجہ دینے کا موقع مل جائے گا۔ اور اس طرح ان کی ظالمانہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا۔ مسٹر بنی صدر نے کہا اسرائیل سے اسلحہ کا حصول عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اس سے خمینی اور مجتہدین کی اقتدار پسندی کی نشاندہی ہوتی ہے جس نے ان کے دل و دماغ کو مدہوش کر رکھا ہے۔

مسٹر بنی صدر نے کہا کہ خمینی اور ان کے دستِ راست مجتہدین نے جس طرح اسرائیل سے تجارتی سمجھوتے کو عراق سے جنگ بندی پر ترجیح دی ہے ان کی ذہنیت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

جمعہ ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء کو قبرص کی حکومت کے ایک سرکاری ترجمان نے نکوسیا میں بتایا کہ ارجنٹائن کا ایک طیارہ سی ایل ۴۴ تیل لینے کے لیے لارنیکا کے ہوائی اڈے پر ۱۸ اگست ۱۹۸۱ء کو اترا تھا۔ یہ طیارہ معمول کی واز وائی آر ۲۴۴ پر تھا قبرص کے سرکاری ترجمان نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بتائیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہی طیارہ تل ابیب سے تہران جاتے ہوئے ۱۱ اگست ۱۹۸۱ء کو بھی قبرص میں اترا تھا۔ اس طیارے میں پچاس صندوق تھے جن کا وزن ۵۰ ، ۶ کلو گرام تھا اس پرواز کا کیپٹن سپیکر میفری تھا۔

(۲) ۱۲ اگست ۱۹۸۱ء کو تہران سے تل ابیب جاتے ہوئے بھی ایک اور طیارہ لارنیکا میں اترا تھا اس طیارے کا کیپٹن سپیکر کارڈیرو تھا۔

(۳) ۱۳ اگست ۱۹۸۱ء کو صبح ہونے سے قبل تل ابیب سے تہران جاتے ہوئے ایک اور طیارہ لارنیکا میں اترا تھا، یہ طیارہ تہران سے واپس آیا تھا اور تل ابیب جا رہا تھا۔ اس کا کیپٹن بھی سپیکر کارڈیرو تھا۔

ان حقائق سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایران اور اسرائیل کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ خفیہ نہیں رہ سکا تھا اور ایران کی اعلیٰ قیادت کے سبھی لوگ اس سے آگاہ تھے، اب قبرص کے سرکاری ترجمان اور ایران کے سابق صدر کے بیانات کا جائزہ لیجیے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ایران کو اسرائیل سے اسلحہ اور فاضل پرزوں کی فراہمی کا معاہدہ خمینی اور مجتہدین کی رضامندی علم اور خواہش پر ہوا تھا جنہیں عرب اور مسلمانوں کی بہبود سے کوئی سروکار نہیں ہے انہوں نے اسرائیل سے اسلحہ اسلامی ملک سے جنگ کے لیے حاصل کیا تھا

روس میں ارجنٹائن کے طیارے کو مار گرانے کا جو واقعہ پیش آیا، نکوسیا میں قبرصی حکومت کے ترجمان نے جو سرکاری بیان جاری کیا اور امریکہ میں ایران کے سابق صدر بنی صدر کا جو انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا گیا ان پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایران کی حکومت عراق سے جنگ کے ابتدائی ایام ہی سے اسرائیل سے اسلحہ حاصل کرتی رہی ہے۔ ان حقائق سے خمینی اور مجتہدین کے دورُخے چہروں سے نقاب اُٹھ جاتا ہے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ایرانی عراق کے علاقے میں جاسوسی کے لیے اسرائیل کی فنی مہارت سے کام لیتے ہیں یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ عراق سے حالیہ جنگ میں ایران کی جملہ ضروریات وہی اسرائیل پوری کرتا ہے جو عراق کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصوّر کرتا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک کے اخبارات اور جرائد میں جو تفصیلات اور کوائف شائع ہوئے ہیں ان کے پیشِ نظر اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ عراق کو نقصان پہنچانے میں اسرائیل اور ایران کا گٹھ جوڑ بہت عرصے سے قائم ہے۔

مثال کے طور پر پیرس سے شائع ہونے والے جریدے "افریک ایسے" کو ہی لے لیجیے اس میگزین میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو تہران کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیل کے سول اور فوجی ماہرین کا ایک وفد تین دن کے دورے پر تہران آیا تھا اس دورے کا مقصد ایران کی دفاعی اور اسلحی ضروریات کا اندازہ لگانا تھا کہ ایران کی ضروریات کیمطابق

امریکی اور اسرائیلی ساخت کے فاضل پرزے اور اسلحہ فراہم کر دیا جائے۔
اسی طرح ۲ نومبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ کے اخبار "آبزرور" میں تہران کا ایک مکتوب شائع ہوا اس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ عراق سے جنگ کے لیے اسرائیل نے ایران کو بہت بڑی مقدار میں اسلحہ فراہم کر دیا ہے اسی مکتوب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ اسلحہ ایران کو بندر عباس چاہ بہار اور بوشہر کی بندرگاہوں کے راستے پہنچایا گیا ہے۔
۳ نومبر ۱۹۸۰ء کو مغربی جرمنی کے ایک اخبار "ڈائی ویلٹ" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اسرائیل نے ایران کو ایف چار لڑاکا طیاروں اور دوسری جنگی مشینری کے فاضل پرزے فراہم کیے ہیں، یہ انکشاف بھی کیا گیا کہ ایران کو فاضل پرزوں کی فراہمی بحری راستے کی گئی اور یہ کہ اسرائیل سے ایران کو فاضل پرزے مہیا کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔
ایران اور اسرائیل میں جو سمجھوتہ اور گٹھ جوڑ ہے اس کی کچھ تفصیلات پیرس سے شائع ہونے والے جریدے "الوطن العربی" کے ۵ نومبر ۱۹۸۰ء کے شمارے میں فرانس کے جریدے "بی سی ڈی" کے ۱۱ نومبر ۱۹۸۰ء کے شمارے اور "جان افریق میگزین" کے ۱۴ نومبر ۱۹۸۰ء میں ج ہیں "الوطن العربی" کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزے مبہم کے بحری جہاز کے ذریعے بھیجے تھے، یہ سامان انٹورپ کی بندرگاہ پر لادا گیا تھا، متذکرہ مہ رجہاز کئی یورپی ممالک ہوتا ہوا ایران پہنچا تھا۔ "ڈی سی ڈی میگزین" نے اس سلسلہ میں تفصیلات شائع کیں ان میں بتایا گیا ہے کہ اسلحہ کے اسرائیلی سوداگروں اور ایرانی حکام کے بیان ایک ود ہوا ہے جس کے مطابق کافی عرصے سے اسرائیل ایران کو خفیہ طور پر اسلحہ فراہم کر رہا ہے اسی طرح "جان افریق میگزین" نے اطلاع دی کہ اسرائیل ہالینڈ کے راستے ران کو اسلحہ اور جنگی طیاروں کے فاضل پرزے مہیا کر رہا ہے
لویت کے "اخبار السیاسہ" ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو پیرس کے باخبر ذرائع کے حوالے سے خبر دی کہ اسرائیل نے ایران کو ایف ۵ اقسم کے چھ طیارے مہیا کیے ہیں یہ طیارے پرانے

تھے ایران بھیجنے سے قبل ان کی مرمت اور سروس کا کام مغربی یورپ کے ایک ملک کی وساطت کرایا گیا تھا۔

۱۵ر جولائی ۱۹۸۱ء کو امریکی ٹیلی ویژن نیٹ ورک سی بی ایس نے انکشاف کیا کہ کافی مدت سے اسرائیل ایک سمجھوتے کے تحت عراق کے خلاف ایران کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے۔

سمجھوتے پر سرگرمی سے عمل درآمد جولائی ۱۹۸۱ء کے پہلے ہفتے سے شروع ہوا ہے پہلے مرحلے میں اسرائیل نے ایران کو ایک کروڑ امریکی ڈالر کا جنگی ساز و سامان فراہم کیا ہے مجموعی طور پر اسرائیل سے ایران کو دس کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر کا اسلحہ اور فاضل پرزے ملے ہیں۔ ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کے لیے اسرائیل نے ایران سے فضائی رابطہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ اسرائیل سے طیاروں کے ذریعے اسلحہ کی فراہمی ۱۲ر جولائی ۱۹۸۱ء کو شروع ہوئی، اسرائیل نے اس مقصد کے لیے برطانوی ساخت کے برسٹول طیارے استعمال کئے ہیں۔

۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء کو اسرائیل کے جریدے "معارف" میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایرانی حکومت نے اسرائیل سے براہ راست اور مختلف ایجنسیوں کی وساطت سے مختلف النوع اسلحہ فراہم کرنے کی درخواست کی ہے، ایران نے بہت بڑی مقدار میں اسرائیل سے فاضل پرزے بھی منگائے ہیں۔ اسی جریدے نے یہ انکشاف بھی کیا کہ ایران اور اسرائیل میں اسلحہ کی فراہمی کی بات چیت امریکہ کی طرف سے ایران کو اسلحہ کی فروخت پر پابندی سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھی۔

ارجنٹائن کے دو اخبارات "کرونشیا اور لابرینا" میں ۲۴ر جولائی ۱۹۸۱ء کو جو خبریں شائع ہوئیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ سوویت روس نے ارجنٹائن کے جس طیارے کو مار گرایا ہے وہ تل ابیب سے اسلحہ ایران لے جا رہا تھا۔

لندن کے جریدے "سنڈے ٹائمز" نے ۲۶ر جولائی ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کے طیارے کے سوویت یونین میں مار گرانے کی تفصیلات شائع کی ہیں، اخبار کی رپورٹ کے مطابق جس شخص کو اسرائیلی اسلحہ ایران کے حوالے کرنا تھا وہ برطانیہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا نام سٹیورٹ

میکفرٹائی بتایا گیا ہے اخبار کی اطلاع کے مطابق مسٹر سٹیورٹ کو اس معاملہ میں سوئٹزرلینڈ کے ایک ایجنٹ "اینڈ ریز جینے" نے شریک کیا تھا۔ ان دونوں ایجنٹوں نے ۱۲، ۱۴ اور ۱۷ جولائی کو ایران کو اسرائیل اسلحہ کی تین کھیپیں پہنچائی تھیں چوتھی کھیپ جاری تھی کہ سوویت یونین میں طیارہ ہی مار گرایا گیا "سنڈے ٹائمز" نے اینڈ ریز جینے" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسرائیلی حکام نے بڑا زور دیا تھا کہ اسلحہ اور فاضل پرزوں کی تمام کھیپیں جتنی جلد ممکن ہو طیارے کے ذریعہ تل ابیب سے ایران پہنچا دی جائیں "اینڈ ریز جینے" نے بتایا کہ اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جو اسلحہ اور فاضل پرزے ایران بھیجنا مقصود تھے۔ ان کی مقدار اور تعداد کیا ہے۔

کافی عرصے تک ایرانی حکام زور دیتے رہے کہ تل ابیب سے تہران طیاروں کے ذریعے اسلحہ بھیجنے کے لیے قبرص کے لارنیکا ہوائی اڈے کو مختصر قیام اور تیل وغیرہ لینے کے لیے استعمال کیا جاتے۔ انہوں نے اس میں یہ مصلحت دیکھی تھی کہ اس قسم کی کارروائی کے لیے قبرص کا راستہ ہی سب سے اچھا اور محفوظ ترین تھا۔

"سنڈے ٹائمز" نے "اینڈ ریز جینے کے حوالے سے مزید لکھا ہے کہ خود اسے یقین تھا کہ ان فلسطینی مجاہدین آزادی پی، ایل، او نے جو قبرص میں موجود تھے، سوویت حکام کو طیارے کے ذریعہ اسرائیل سے ایران کو اسلحہ کی ترسیل کی خبر دی تھی اور یہی اطلاع طیارے کو روس کے علاقے میں مار گرانے کا موجب بنی ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو فرانس کے اخبار "لی فیگارو" میں بھی سوویت یونین میں ارجنٹائن کے طیارے کے مار گرانے اور اسرائیل و ایران کے درمیان "فوجی گٹھ جوڑ" کی تفصیلات شائع ہوئی ہیں، اس اخبار نے اس ضمن میں جو کچھ لکھا اس کا لب لباب یہ ہے کہ خمینی نے لندن کی کمپنی سے خفیہ رابطہ قائم کیا تھا یہ کمپنی اسرائیل سے خفیہ تجارتی روابط رکھنے میں خاصی مشہور ہے اور اسرائیل کے مفاد کے لیے کام کرتی ہے اس دن جرمنی کے ایک جریدے "ڈیر سپیگل" نے ایک رپورٹ شائع کی اس میں کہا گیا ہے کہ ایران کی "اسلامی جمہوریہ" نے اسلحہ کے حصول کا ایک

اور ذریعہ تلاش کیا ہے یہی نیا ذریعہ کافی عرصہ سے خمینی کی خدمت کر رہا ہے اسی وسیلے سے ایران یورپی ممالک کے راستے اسرائیلی ہتھیار اور دوسرا جنگی ساز و سامان حاصل کریں گے اس راستے سے ایران کو اسرائیل سے فاضل پرزے بھی مہیا ہوتے رہیں گے۔

۲۹ جولائی ۱۹۸۱ء کو سوئٹزرلینڈ کے جریدے "ٹریبون ڈی لازان" میں ایک خصوصی مکتوب تہران شائع ہوا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ سوئٹزرلینڈ کے ایک ایجنٹ نے فراہم کرنے کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ اس نے یہ کام زیورچ کاؤنٹی کے ذریعہ سرانجام دیا ہے مذکورہ صدر مکتوب "ایران کے لیے اسرائیل" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی فراہمی کسی بھی طور پر غیر قانونی کارروائی نہیں ہے غیر قانونی بات صرف یہ ہوئی ہے کہ سوئٹزرلینڈ کو کسی طرح سے ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی خفیہ فراہمی کی اطلاع مل گئی ہے قباحت صرف یہ ہوئی ہے کہ اسرائیل اور ایران کے اس خفیہ سمجھوتے کے سلسلہ میں سوئٹزرلینڈ کا نام لیا جا رہا ہے۔

امریکی ٹیلی ویژن نیٹ ورک اے بی سی نے ۲۰ اگست ۱۹۸۱ء سے سہ روزہ پروگرام ٹیلی کاسٹ کرنا شروع کیا تھا، اس میں بھی ایران اور اسرائیل اسلحہ کی خریداری کے سمجھوتے پر روشنی ڈالی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اسرائیل کافی عرصے سے ایران کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے اس سلسلہ میں اے بی سی ٹیلی ویژن نیٹ ورک کے نمائندوں نے جو سروے کیا اس سے بھی تصدیق ہو گئی کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی فراہمی کا کام سوئٹزرلینڈ کے ایک ایجنٹ کے ذریعہ سرانجام پایا ہے اس پروگرام میں متعلقہ افراد کے نام اور ان اشیاء کی تفصیل بھی بتائی گئی جو اسرائیل سے ایران بھیجی گئی ہیں۔ اسی پروگرام میں دستاویز بھی دکھائی گئیں جن میں دونوں ملکوں کے درمیان رقوم کے لین دین کے کوائف درج تھے، زیورچ کاؤنٹی میں ایک فریق سوئٹزرلینڈ میں اسرائیلی سفارت خانے کا فوجی اتاشی تھا۔

"اے بی سی" نے جو تفصیلات ٹیلی کاسٹ کی ہیں وہ ایران اور اسرائیل کے مجموعی سمجھوتے

پر محیط نہیں ہیں، البتہ اس سے یہ حقیقت ضرور ثابت ہوجاتی ہے کہ اسرائیل سے ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزوں کی فراہمی کا سلسلہ کافی عرصے سے جاری تھا بالکل یہی وہ بات ہے جو ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر عالمی ذرائع ابلاغ کو بتاتے رہے ہیں۔

"بی بی سی" نے ایک اور دلچسپ حقیقت یہ ٹیلی کاسٹ کی ہے کہ فرانس کے ایک فنی ماہر نے ستمبر ۱۹۸۰ء میں ایران کا دورہ کیا تھا یہ ایران عراق جنگ شروع ہونے سے پہلے کی بات ہے، دورے کی دعوت ایران کی حکومت نے دی تھی ستمبر کے اواخر میں یہ دورہ شروع ہوا ایران کی وزارت جنگ، ایران کی بحریہ اور فضائیہ کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لیے فرانس کے دو اور ماہروں کو ایران آنے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے یہ رائے ظاہر کی اگرچہ ایرانی فضائیہ میں ایف چار قسم کے طیاروں کی کمی نہیں ہے تاہم طیاروں کی سروس اور مرمت کی فوری ضرورت ہے علاوہ ازیں ایرانی فضائیہ کے بیڑے میں ایف چار قسم کے مزید طیارے بھی شامل کیے جائیں فرانسیسی ماہرین کے اس جائزے کے بعد فرانس ہی ایران نے اسرائیل کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا۔ اسی کے نتیجے میں اسرائیل نے فرانس کے ایک جنوب مغربی ائرپورٹ پر اکتوبر ۱۹۸۰ء ایف چار قسم کے مزید طیارے بھی شامل کیے جائیں فرانسیسی ماہرین کے اس جائزے کے بعد فرانس ہی میں ایران نے اسرائیل کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اسی کے نتیجے میں اسرائیل نے فرانس کے ایک جنوب مغربی ائرپورٹ پر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ایف چار قسم کے طیارے مہیا کر دیئے تھے، مجموعی طور پر اسرائیل نے ایران کو ڈھائی سو آواز سے تیز رفتار طیاروں کے فاضل پرزے فراہم کیے علاوہ ازیں ایران کو وافر مقدار میں ایف چار قسم کے طیارے اور جدید ترین ماڈل کے پچاس سکار پین ٹینک بھی دیئے گئے اسرائیل نے ایک اطالوی بندرگاہ کے راستے ایران کو ایم بم قسم ٹینکوں کے فاضل پرزے بھی بھاری مقدار میں برآمد کئے ہیں، یہ تمام سامان لکسمبرگ کے جہاز کارگو لکس میں لادا گیا اور اسے ترجیحی بنیادوں پر تہران پہنچایا گیا۔ اس اسلحہ اور طیاروں کی قیمت کی ادائیگی زیورچ میں کی گئی۔

اسرائیل کے فوجی اتاشی نے تین لاکھ ڈالر کی پہلی قسط وصول کی تھی اسرائیل نے اسی قسم کا سامان پرتگال کے راستے بھی ایران کو برآمد کیا ہے۔

۲۶ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایران کی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان جاری کیا تھا اس میں ایران کے "اسلامی انقلاب" کے خلاف "ایسوسی ایٹڈ پریس (اے پی)" کی خبر کی تردید کی گئی تھی۔ ایران کے سرکاری بیان میں اس خبر کو سفید جھوٹ قرار دیا گیا تھا کہ ارجنٹائن کا ایک طیارہ سوویٹ یونین میں مار گرایا گیا ہے، بیان میں مزید کہا گیا تھا کہ یہ خبر مخصوص مفادات رکھنے والے بعض عناصر کے ذہن کی اختراع ہے۔

ایران ہی کے سرکاری بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خبر رساں ایجنسی "اے پی" نے جس واقعہ کا انکشاف کیا ہے اس کا تعلق روس کی ایک حرکت سے ایران کا ارجنٹائن کے طیارے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ جب پوری دنیا کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ روس میں جس طیارے کو مار گرایا گیا ہے تل ابیب سے تہران اسلحہ اور فاضل پرزے لے کر جا رہا تھا ایرانی وزارتِ خارجہ نے متذکرہ صدر تردیدی بیان جاری کیا ہے اس مرحلے میں یہ سوال ابھرتے ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ طیارہ تو روس میں گرتا ہے اس سلسلہ میں ایسوسی ایٹڈ پریس جو خبر دیتا ہے اس کی تردید ایرانی حکام کر رہے ہیں؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری دنیا تو اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ روس میں ارجنٹائن کا طیارہ گرایا گیا ہے، طیارے کا ملبہ بھی روس میں مل گیا اس کے باوجود ایرانی اسی بات پر اڑے ہوتے ہیں کہ طیارہ میں اسلحہ نہیں تھا؟

ایک طرف تو ایرانی حکام کہتے ہیں کہ روس نے کوئی طیارہ گرایا ہی نہیں ہے ساتھ ہی وہ یہ اصرار بھی کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا تعلق روس سے ہے اور یہ کہ طیارے میں جو اسلحہ تھا وہ ایران نہیں لایا جا رہا تھا یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ جب ایرانی وزارتِ خارجہ

اپنا تردیدی بیان جاری کر چکی تو روسیوں نے بھی ۲۳ جولائی ۱۹۸۱ء کو خود ایک بیان جاری کیا، اس میں کہا گیا ہے کہ ایران نے جو دعوے کئے ہیں درست نہیں، روس یہ بھی جانتا ہے کہ ایرانی انقلاب کے خلاف شوسے چھوڑے اور خبریں پھیلائی جاتی ہیں، تاہم یہ حقیقت ہے کہ روس میں ارجنٹائن کا طیارہ گرایا گیا ہے اس کا براہِ راست ایران سے تعلق ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایران کے وزیر برائے قومی امور اور ایرانی حکومت کے سرکاری ترجمان "بہزاد نبوی" نے تہران میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ایران کو علم ہے کہ روس میں ایک طیارہ مار گرایا گیا ہے تاہم انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ یہ طیارہ تل ابیب سے اسلحہ اور فاضل پرزے تہران لا رہا تھا یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہزاد نبوی نے اسی پریس کانفرنس میں یہ بھی کہہ ڈالا کہ طیارہ تہران سے واپس جا رہا تھا وہ ایران نہیں آ رہا تھا۔

اب متذکرہ صدر بیانات پر ایک نظر ڈال لیجئے اس قصے کے ایک انتہائی سنسنی خیز حصے سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ ۲۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر ہاشمی رفسنجانی نے ایران کے روزنامہ کیہان کو ایک انٹرویو دیا اور ایرانی ریڈیو سے بھی ان کا ایک بیان نشر ہوا اس میں بتایا گیا کہ طیارہ تو بلاشبہ ایران ہی آ رہا تھا تاہم اس میں اسلحہ اور فاضل پرزے نہیں تھے، اسے تو اس وقت مار گرایا گیا ہے جب اس نے سامان کی کھیپ ایران پہنچا دی تھی اور وہ تہران سے واپسی کی پرواز پر تھا۔

۱۹ اگست ۱۹۸۱ء بیروت میں ایران کے ناظم الامور محسن الموسوی نے ایک اخباری بیان بتایا کہ ایران نے کھلی عالمی منڈی سے اسلحہ خریدا تھا اور اسے بحری راستے سے آئس لینڈ سے قبرص پھر سے قبرص سے ارجنٹائن کے طیارے نے اسے تہران پہنچایا ہے انہوں نے مزید بتایا کہ روس میں جو طیارہ گرایا گیا ہے وہ اسلحہ کی باربرداری کی پرواز پر تھا۔

ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی پارس نے جسے اب ارنا کہتے ہیں ۲۳ اگست ۱۹۸۱ء

کوایک اور ہی خبر دی، اس خبر میں ایران کے وزیر خارجہ حسین موسوی کے منہ میں یہ بات ڈالی گئی ہے "اگر ایران نے اسرائیل سے اسلحہ خریدا ہی ہے تو پھر یہ سودا ابوالحسن بنی صدر نے کیا ہو گا وہی ایران کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر تھے اور انہی کو اپنی مرضی کے مطابق ہر جگہ سے اسلحہ خریدنے کا اختیار حاصل تھا۔"

دراصل ایرانی رہنما اور حکام نہ صرف اسرائیل سے اسلحہ کی خریداری کے سودے پر دہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ وہ روس میں ارجنٹائن کے طیارے مار گرانے کے بارے میں متضاد بیانات بھی جاری کرنے کے مرتکب ہوتے رہے ہیں لیکن ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء کو قبرص کے سرکاری ترجمان نے جو دوٹوک بیان جاری کیا ہے اس سے ہر بات کھل کر سامنے آگئی ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اسرائیل نے خفیہ معاہدہ کے تحت ایران کو اسلحہ فراہم کیا ہے۔

پچھلے دنوں ایرانی قونصل جنرل نے ایک بیان میں کہا ہے کہ لبنان میں مسلمانوں کے قتل عام کے موقع پر حکومت ایران نے اپنے سپاہی لبنان بھیج دیے تاکہ فلسطینی مسلمانوں کا دفاع کیا جا سکے، حقیقتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے، لبنان کے صابرہ اور شتیلہ کیمپوں میں مسلمانوں کو جو وحشیانہ قتل عام ابھی حال ہی میں ہوا ہے اس کی تفصیلی رپورٹ بین الاقوامی ہفت روزہ "نیوز ویک" مورخہ ۴ راکتوبر ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس چونکا دینے والی رپورٹ میں غیر ملکی میڈیکل مشن کے ارکان کے حوالے سے انکشاف کیا گیا ہے کہ میجر حداد کی جس فوجی ملیشا نے فلسطینی اور غیر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ اس میں دو تہائی قاتل خمینی کے ہم عقیدہ شیعہ تھے اور یہ کہ ان کیمپوں میں جو اکا دکا شیعہ مقیم تھے، شناخت ہونے پر صرف ان کی جان بخشی کر دی گئی مگر باقی تمام مسلمانوں کو ذبح کر دیا گیا۔

اس اہم رپورٹ کو شائع اب پانچ ماہ سے زیادہ ہو گئے، لیکن اب تک نہ تو حکومت ایران نے اس کی تردید کی ہے اور نہ ہی کسی شیعہ لیڈر نے اس واقعہ کی مذمت کی ہے، دراصل شیعہ

رافضی اور ان کے امام خمینی کا مسلمانانِ عالم کے علی الرغم اسرائیل سے معاہدہ اور گٹھ جوڑ ہے کاش کہ خمینی اور اس کے پیروکار رافضیوں سے عالم اسلام متنبہ ہو جائے۔

فلسطین اور لبنان

فلسطین اور لبنان میں شیعہ ملیشیا اور دروز ملیشیا نے عیسائی اور یہودی تنظیموں کی مدد کرتے ہوئے مسلمان جدوجہد آزادی کو شدید نقصان پہنچایا، شام نے فلسطینی قائد یاسر عرفات کو قید میں ڈال کر قتل کی کوشش کی جو خوش قسمتی سے بچ گئے اور ان کے ایک معتمد ساتھی ان کی جگہ قتل ہوئے اور فلسطینی رہنماؤں کو بارہا دفعہ قید و بند میں ڈالا گیا ۱۹۶۷ء میں موجودہ علوی حکومت نے اسرائیل کا ساتھ دے کر مصر کو شکست فاش دی۔

ماضی کے واقعات سے یہ ثابت ہے کہ شیعہ تحریک کو کسی غیر اسلامی حکومت سے کوئی مطالبہ یا گلہ نہیں رہا ہے۔ انگریزی دورِ حکومت میں سبائی تحریک خاموش رہی اور صرف امام باڑوں اور محرم کے دوران صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کر کے امن و سکون کو برباد کرنے کا معاملہ کفارہ گناہ کے نام پر جاری رہا۔

بھٹو دورِ حکومت میں اس تحریک نے دل کھول کر اس کا ساتھ دیا، اور بھٹو کی حکومت اور پارٹی کے نشان تلوار کو تلوار حسین سے جاملایا۔ چونکہ بھٹو کے دور میں اسلام پر اور علماء پر دل کھول کر حملے کئے گئے اور اسلام کی تضحیک و توہین کی گئی، اور سوشلزم کا پرچار کیا گیا، تحریک نظام مصطفےٰ چلی صدر ضیاء الحق نے اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان کیا، اس اعلان کے ساتھ ہی اس تحریک نے بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ، نفاذِ اسلام کی مزاحمت کی۔

جولائی ۱۹۸۰ء میں اہلِ تشیع نے اپنی فقہ نافذ کرنے کے لیے ایوان صدر اسلام آباد کا گھیراؤ کیا، اور مطالبات منوانے کے لیے خونی ڈرامہ سٹیج کیا گیا، لیکن معاملہ تدبیر اور فراست کی بنا پر

خون آشام نہ ہونے پایا۔ اہل تشیع نے زکوٰۃ وعشر کے نفاذ میں مزاحمت کی، اور زکوٰۃ وعشر سے اپنے آپ کو مستثنے کرا کر ایک رکن دین زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ اور ضیاء الحق کی حکومت نے حکومت بچالی۔ لیکن رکن دین زکوٰۃ کی نفی تسلیم کر لی۔

۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو اہل تشیع نے کوئٹہ میں ایرانی شیعوں کی مدد سے جلوس نکالا، مسلح بغاوت کی اور انتظامیہ کو اس ہنگامہ پر قابو پانے کے لیے فائرنگ کرنی پڑی، جس سے ۲۲ آدمی مارے گئے اور ایرانی شیعہ طلبائیوں کو باعزت طریقہ سے ایرانی سرحد پر جا کر چھوڑنا پڑا۔

جنوری ۱۹۸۶ء میں کراچی میں مرکزی امام باڑہ لیاقت آباد سے سُنّی مسلمانوں پر فائرنگ کر کے خونی ہنگامے کا آغاز کیا اور بے پناہ نقصان ہوا۔ تلاشی پر امام باڑہ سے کافی تعداد میں ناجائز اور بیرنی اسلحہ برآمد ہوا۔ ۱۵ اپریل ۱۹۸۶ء میں کراچی میں ایک شیعہ لڑکی کا منی بس سے حادثہ کا بہانہ بنا کر درجنوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں دینہ ضلع جہلم میں کانفرنس میں حکومت کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۵ء تک عرصہ میں اس تحریک نے پورے زور وشور سے نفاذ اسلام کو روکے رکھا اور ایرانی شیعہ مبلغین معہ خمینی کے لٹریچر کے سرعام پاکستان میں مخل رہے۔

اس طرح اس تحریک نے اسلام کی کامیابی سے مخالفت کی اور پاکستان میں نظامِ اسلام نافذ نہ ہو سکا۔

لُطف یہ ہے کہ اس خالص یہودی تحریک کو جو صرف اسلام کو مٹانے کے لیے معرض وجود میں آئی اسلام کا ایک فرقہ ماننے اور منوانے پر زور دیا جا رہا ہے اور فقہ جعفریہ جو خالص کفر ہے اسلامی ملک پر نافذ کرنے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں، اور کمیشن بٹھاتے جا رہے ہیں اور دوسرے ملکوں میں بھیجے جا رہے ہیں۔